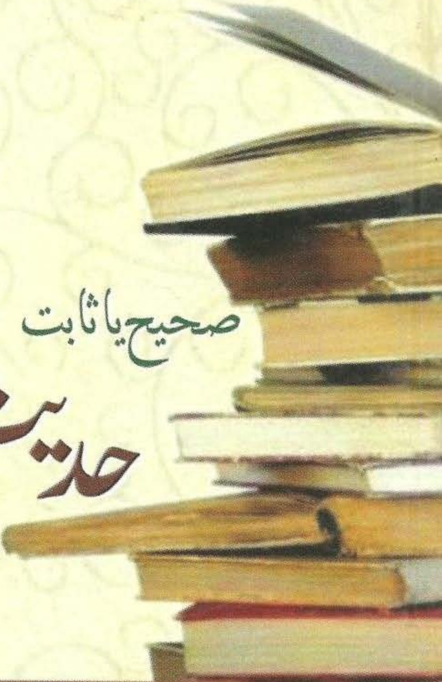
اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ

اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے «الزمر:۲۳»



صحیح یا ثابت

# حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

## کے بغیر دین نامکمل ہے





مؤلف

ڈاکٹر سید آصف عمری

ڈائرکٹر ملٹی پرپز ایجوکیشن سنٹر

نظر ثانی وتقاریظ:

ڈ/سعید احمد مدنی، الشیخ صفی احمد مدنی، الشیخ ابوالحسن پرتاب گڈھی

مولانا سید عبدالحکیم ایم اے، الشیخ حسین عمری مدنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## معزز قارئین توجہ فرمائیں!

**کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ..........

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

## ☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

**﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾**

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحیح یا ثابت

# حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر دین نامکمل ہے

مؤلف:

ڈاکٹر سید آصف عمری

اسلامک اسکالر

ڈائرکٹر ملٹی پرپز ایجوکیشن سنٹر، مغل پورہ، حیدرآباد۔

نظر ثانی وتقاریظ:۔

د/سعید احمد مدنی، الشیخ صفی احمد مدنی، الشیخ ابوالحسن پرتاب گڑھی،

مولانا سید عبدالحکیم یم اے، الشیخ حسین عمری مدنی

| | | |
|---|---|---|
| کتاب کا نام | : | صحیح یا ثابت حدیث رسول ﷺ کے بغیر دین نامکمل ہے |
| مصنف | : | ڈاکٹر سید آصف عمری |
| نظر ثانی | : | مولانا صفی احمد مدنی، سید عبدالحکیم ایم اے، مولانا حسین مدنی |
| صفحات | : | 90 |
| تعداد | : | ایک ہزار 1000 |
| تاریخ طبع | : | 2014 |
| ناشر | : | جامعہ منصورہ، مغلپورہ، حیدرآباد |
| قیمت | : | 50/= |
| کمپوزنگ/اڈٹنگ | : | شیخ اسماعیل بن شیخ افضل |
| ملنے کا پتہ | : | |

**Multipurpose Education Center**
**Moghalpura ,HYDERABAD**
**Cell: +91 9885650216**
Email:mpecgroupofservices@gmail.com

# فہرستِ مضامین

# پیش لفظ

اسلامی قانون کے سلسلہ میں حدیث نبوی کو تقریباً تمام فرقوں نے اسلامی قانون کے ماخذ کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے۔

''اسلامی مشاورتی کونسل کے ممبران کتاب الٰہی کے بعد حدیث رسول کو اسلامی قانون کا سرچشمہ دوم کے طور پر تسلیم کرتے ہیں اس کے معنی ہیں کہ حدیث نبوی کی تائید وحمایت میں جو لٹریچر شائع ہوا اُس نے عوام وخواص نے زاویہ نگاہ کو تبدیل کرنے میں مؤثر کردار ادا کیا ہے'' (ماخوذ)

اسلامی فقہ کے مصادر وماخذ میں مسلمانوں کے یہاں جانے پہچانے اور محفوظ ومصئون ہیں اس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ اسلامی فقہ کے مصدر ثانی یعنی سنت مطہرہ بے حد کشادہ، نہایت جامع اور اپنے دامن میں لامحدود وسعت رکھتا ہے۔ (ماخوذ)

اسلامی شریعت میں حدیث کو جو اہمیت حاصل ہے اور عہد رسالت وصحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر فقہ مذاہب ومسالک کے قیام تک حدیث نے جو اثر فقہ اسلامی پر ڈالا وہ کہیں پوشیدہ نہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ماضی ہو یا حال جملہ اقوام عالم کی فقہ میں فقہ اسلامی کو عدیم النظیر مقام حاصل ہو گیا جو شخص کتاب وسنت سے آگاہ ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ تشریع اسلامی کے دائرہ کو وسعت دینے اور اُسے عظمت وخلود سے ہمکنار کرنے میں حدیث نے اہم پارٹ ادا کیا ہے یہ ایک ایسی درخشاں حقیقت ہے کہ جو شخص فقہ اور اس کے مذاہب سے آگاہ وآشنا ہے وہ اس سے انکار نہیں کرسکتا یہ ہے وہ فقہ اسلامی جس نے دنیا بھر کے علماء قانون کی آنکھوں کو خیرہ کردیا ہے (ماخوذ)

حدیث نبوی ﷺ قرآن کی شرح ہے

اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر اپنے احکام کی پابندی اور اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کے احکام واوامر کی اتباع کو ضروری قرار دیا ہے اس کے متعلق چند قرآنی آیات درج ذیل ہیں ﴿من یطع الرسول فقد اطاع الله﴾ (النساء۔۴/۸۰) ''جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اُس نے اللہ کی اطاعت کی'' ﴿اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول﴾ (النساء۴/۵۹) ''اللہ کی اطاعت کرو اور

رسول ﷺ کا کہنا مانو" ﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا﴾ (حشر ۵۹/ ۷)
"اور رسول جو تمہیں حکم دے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کرے اُس سے رُک جاؤ" ﴿لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة﴾ (الاحزاب ۳۳/ ۲۱) "بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔"

﴿قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم﴾

(آل عمران ۳/ ۳۱) "کہہ دیں اگر تم اللہ کو محبوب رکھنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اُس وقت اللہ تمہیں محبوب رکھے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا"

اگر ہم مزید غور وفکر سے کام لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام کی تصویر قرآن اور حدیث دونوں سے مل کر ہی تیار ہوتی ہے۔

جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیں ایک کو مانیں دوسری کا انکار کر دیں وہ صراط مستقیم سے دور ہیں۔

اہم نکتہ:۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں میں جتنے گمراہ فرقے پیدا ہوئے ہیں اُن کی گمراہی یہی تھی کہ اُنھوں نے قرآن کو حدیث سے یا حدیث کو قرآن سے علیحدہ کرنا چاہا۔

خوارج کی گمراہی اس کے علاوہ کچھ نہ تھی کہ انھوں نے قرآن کو مانا لیکن حدیث سے روگردانی کی معتزلہ کا بھی یہی تصور تھا کہ اُنھوں نے قرآنی آیات کے متعلق دروازے کا تاویلات کا سہارا کر احادیث سے روگردانی کی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے لیے گمراہی لکھ دی گئی مدتوں ضلالت کے اندھیرے میں بھٹکتے رہے۔ فتنۂ انکار حدیث کے دراصل یہی لوگ بانی ہیں۔

"قدیم منکرین حدیث اور جدید منکرین حدیث میں فرق"

قدیم منکرین حدیث احادیث نبویہ کے منکر ضرور تھے، مگر اُن کا مذاق نہیں اڑاتے تھے اُن کا فتنہ ایک علمی فتنہ تھا، لیکن ہمارے دور کا فتنۂ انکار حدیث علم وفہم دینی نہیں بلکہ جہل وفساد پر مبنی ہے۔ اس کا مقلد مذہب کی گرفت ڈھیلی کرنے اور اُسے ایسی صورت میں پیش کرنا جو ہر سانچے میں ڈھلنے کے قابل ہو جائے "فتنۂ انکار حدیث کی طرف بہ زبان رسالت مآب اشارہ" حدیث۔ خبردار! قریب ہے کہ ایک آسودہ حال آدمی اپنی مسند پر بیٹھ کر یہ کہے کہ تمہیں یہ قرآن کافی ہے اس میں جو حلال ہے اُسے حلال سمجھو اور اس میں جو حرام ہے اسے حرام قرار دو۔ خبردار میں تمہیں پالتو گدھوں کے گوشت وحرام کرتا ہوں اسی طرح کچلی والے

درندے کو بھی حرام کرتا ہوں جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب لزوم السنہ)

ترمذی کی ایک روایت میں مزید وضاحت ہے کہ فرمایا" بے شک جو چیزیں اللہ کے رسول نے حرام کی ہیں وہ گویا اللہ نے حرام کی ہیں۔ (ترمذی کتاب العلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ کو بھانپ لیا تھا اور ان کی روک تھام کے لیے تدبیریں بھی بتلائی تھیں فرماتے ہیں۔

"تمہارے پاس ایسے لوگ آئیں گے جو قرآنی شہادت کی آڑ میں تمہارے ساتھ جھگڑا کریں گے ان احادیث سے مواخذہ کرو، کیونکہ احادیث کا علم رکھنے والے ہی کتاب اللہ کی بہترین تعبیر کر سکتے ہیں۔ (دارمی ۱/۴۴)

سید عبدالحکیم (ایم اے)

# مقدمہ

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین ،أما بعد !

حجیت احادیث نبوی پر عزیزم مولانا سید آصف عمری دفقہ اللہ کی زیر نظر تالیف دینی کتب میں عمدہ اضافہ ہے، موصوف نے آسان اور پُر زور انداز میں حجیت احادیث نبویہ پر اچھے انداز میں اور مدلل لکھا ہے۔ عام نوجوانوں اور عصری تعلیم یافتہ حضرات اس کتاب سے خوب مستفید ہوں گے ان کے ذہن میں جو شکوک وشبہات ہیں ان کا ازالہ ہو جائے گا۔

اللہ عزوجل نے جتنے بھی انبیاء ورسل مقرر فرمائے ان کی اطاعت ان کی قوموں پر لازم تھی ،ارشادالٰہی ہے:﴿وما أرسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ﴾(النساء:٦٤) نبی اور رسول کی ذمہ داری محض پیغام الٰہی پہنچانے پر اکتفا کرنا نہیں ہے، بلکہ وحی الٰہی کی تشریح اور عملی تطبیق اور اس کے ساتھ امت کی تعلیم وتربیت اور ان کی نگرانی بھی ان کے فرائض میں داخل ہے۔ لفظ ''رسول'' سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ آپ صرف پیامبر ہیں، پیغام پہنچانے کے بعد آپ کی کوئی ذمہ داری واہمیت نہیں ہے ۔بعض منکرین احادیث نے رسول کا ترجمہ ڈاکیہ (POSTMAN) سے کیا ہے جو یقیناً جہالت اور گستاخی ہے رسول کے معنی نمائندہ کے ہیں جیسے کوئی سفیر اپنے ملک کا نمائندہ ہوتا ہے اسی لیے قابل احترام ومعزز ہوتا ہے اور دیگر شہریوں سے ممتاز ہوتا ہے۔ الٰہی رسالت کا منصب عظیم الشان منصب ہے۔ دنیا کے بادشاہ وحکمراں جب کسی کو اپنا نمائندہ مقرر کرتے ہیں تو اس کی بڑی اہمیت ہوتی ہے، اسی لئے مشرکین عرب نے جب دعویٰ نبوت ورسالت سنا تو حیرت زدہ ہو گئے اور بعض حسد وجلن میں مبتلا ہو گئے اور آپ ﷺ کے منصب رسالت پر حیرت کرتے تھے اور کہتے ہیں تھے﴿أبعث اللہ بشرا رسولا﴾(بنی اسرائیل:٩٤) یعنی اللہ کو رسول بنانا ہوتا تو کسی فرشتے کو بنایا ہوتا اور سرداران قریش وطائف کہتے تھے کہ ہم قبیلہ کے سردار اور مال واولاد والے ہیں ہم کو رسول کیوں نہیں بنایا گیا؟ یعنی ان کے نزدیک منصب رسالت کی اہمیت تھی۔ اللہ کا رسول ہونا بہت اہم منصب ہے۔ آپ ﷺ کے منصب رسالت میں وحی الٰہی کی تشریح کرنا﴿لتبین للناس مانزل الیھم﴾(النحل:٤٤) میں داخل ہے اور آپ انسانوں کے لئے

بہترین نمونہ ہیں۔ ﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ﴾ (الاحزاب:۲۱) اور آپ معلم کتاب وحکمت ہیں ﴿یعلمھم الکتاب والحکمۃ﴾ (البقرۃ۱۲۹،آل عمران:۱۶۴،الجمعۃ:۳) اور آپ ﷺ امتیوں کی روحانی واخلاقی تزکیہ کرنے والے بھی ہیں ﴿ویزکیھم﴾ (البقرۃ:۱۲۹،آل عمران:۱۶۴،الجمعۃ:۳)

جو شخص یہ سمجھے کہ آپ کی ذمہ داری صرف حکم الٰہی کو پہنچانا ہے ڈاکیہ کی طرح تو وہ نرا جاہل ہے اور گمراہی میں مشرکین سے بڑھ کر ہے۔

قرآن کریم نظریہ THEORY ہے اور آپ ﷺ کی احادیث PRACTICAL عملی تطبیق ہے صرف نظریہ سے بات واضح نہیں ہوتی ہے جب تک کہ اس کو عملی شکل میں پیش نہ کیا جائے ،مفکرین نے جتنے بھی نظریات پیش کئے۔جمہوریت،اشتراکیت اور سرمایہ داری وغیرہ ان کی عملی تطبیق کے بعد ہی نظریہ واضح ہو سکا تھا اور ہر نظریہ تطبیق چاہتا ہے۔اللہ کی بندگی واطاعت گذاری نجات اور آخرت کی کامیابی کے لئے لازم ہے،تمام رسول امتیوں کے لئے عملی تطبیق پیش کرتے تھے تاکہ اسلام کو اپنانے سہولت ہو،حضرت محمد ﷺ نے بندگی واسلام کو اپنے قول وعمل سے واضح فرمایا،جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی تعلیم ونمونہ کے محتاج تھے اسی طرح قیامت تک کے انسان آپ ﷺ کی تعلیمات کے محتاج ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعلیمات ورہنمائی کی حفاظت کا انتظام فرمادیا ہے،اسی لئے آپ کی اطاعت واتباع اور اسوہ حسنہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے،مولوی سید آصف عمری وفقہ اللہ کی کوشش عمدہ ہے ۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی کوشش کو قبول فرمائے اور انہیں جزائے خیر فرمائے۔آمین

**صفی احمد مدنی**

صدر مجلس علمائے اہلحدیث،آندھرا پردیش

# تقدیم ومراجعہ

الحمد للہ رب العالمین ، والصلاۃ والسلام علی رسولہ الأمین ، وعلی آلہ وصحبہ اجمعین.

آسمان صحافت کا درخشندہ وتابندہ ستارہ' میدان قلم وقرطاس کی شہسوار تحریکی وتنظیمی شخصیت' جلیل القدر وعظیم المرتبت فاضل مولف سید آصف عمری حفظہ اللہ کی ممتاز ومایہ ناز کتاب ''حدیث رسول ﷺ کے بغیر دین نامکمل ہے'' کے مطالعہ کی سعادت حاصل ہوئی' جو دراصل وقت کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل بھی ہے اور عقیدے' منہج' اصول حدیث واصول فقہ کے اعتبار سے بزبان اردو ایک قابل لحاظ کتاب ہے۔

شیخ محترم نے اصطلاحات حدیث' تقسیمات حدیث' درجات حدیث' تصنیفات حدیث' اور شروحات حدیث کو عوام الناس کی افادیت کے مدنظر بڑے عام فہم انداز سے پیش کیا ہے' تاریخ حدیث وتدوین حدیث پر بھی روشنی ڈالی ہے' حجیت حدیث اور حفاظت حدیث پر از روئے نقل وعقل بڑی دل چسپ بحث کی ہے' اور علم حدیث کی خدمت کے تئیں صحابہ کرام اور محدثین عظام کی بے نظیر قربانیوں کے حوالے سے منکرین حدیث کے مضحکہ خیز' بچکانی اور لایعنی اعتراضات کا دنداں شکن ہی نہیں بلکہ منصفانہ طور پر مدلل ومفصل اور اطمئنان بخش جواب دیا ہے۔

اللہ تعالی آپ کی اس علمی کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے' عقائد کی اصلاح کا ایک موثر ذریعہ بنائے' اور ہم تمام کے لیے اسے آخرت کا بہترین ذخیرہ کردے۔ آمین۔

خیر اندیش

سید حسین بن عثمان عمری مدنی سلمہ اللہ ووفقہ

باحث مرکز احیاء السنہ حیدرآباد۔

# عرض مؤلف

زیرِ نظر مقالہ مستشرقین اور منکرین حدیث کے اٹھائے ہوئے ایک اعتراض کا مثبت جواب ہے ،اعتراض یہ تھا چونکہ عرب کے لوگ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے ،اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثیں لکھنے سے منع بھی فرمایا تھا ،اس لئے آپ ﷺ کی وفات کے بعد تقریباً دوسو برس تک حدیثیں قید تحریر میں نہیں لائی گئیں اور تیسری صدی میں جا کر ان کو قلم بند کیا گیا ،لہٰذا یہ حدیثیں محفوظ اور قابل اعتماد نہ رہیں ،اب انھیں شریعت میں حجت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس مقالے میں مناظرانہ جواب دہی کے بجائے مثبت انداز میں کتابتِ حدیث کی تاریخی حقائق جمع کی گئی ہیں ،ابتدائی اوراق میں قرآنی آیات سے حدیث کا تعارف اور دین میں اس کے مقام کو واضح کیا گیا ہے ،اور حدیث کی حفاظت عہدِ رسالت سے اب تک جس صلاحیتوں اور جن ذرائع سے ہوئی اور امت نے اس کے لیے جو بے نظیر کاوشیں کی اس کی مختصر سرگزشت اصولی انداز میں بیان کی گئی ہے۔

اس کے بعد خاصی تفصیل سے یہ بتایا گیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی احادیث لکھنے کے لئے صحابہ کرام کو کس کس طرح ترغیب فرماتے رہے اور رسول کی اجازت بلکہ حکم سے کتنے بڑے پیمانے پر حدیثوں کو عہد رسالت میں لکھ کر محفوظ کیا گیا اور احادیث کا کتنا عظیم الشان ذخیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود املا فرما کر قلمبند کروایا اور اس سلسلے میں عہد رسالت کی متعدد تالیفات کا تعارف بھی تفصیل سے کرایا گیا ہے۔

اس کے بعد کتابتِ حدیث کی ان تعبیرات کی تکرار ہے خدمات جلیلہ کا جائزہ خاصی تفصیل سے کیا گیا ہے، جو عہد صحابہ میں انجام دی گئیں اور اس سلسلے میں صحابہ کرام کی تالیفات اور تحریری کارناموں کا خلاصہ بھی پیش کیا گیا۔

بعد ازاں تابعین کی تالیفات اور تدوین حدیث کے مختلف مراحل مختصراً بیان کیے گئے ہیں ،آخر میں دوسری صدی ہجری میں تالیف ہونے والی کتب حدیث کا تعارف بھی کرایا گیا ہے۔ یہ سب تفصیلات غیر مبہم حوالوں کے ساتھ تحقیق سے قلم بند کی گئی ہیں اور حوالے صرف ان کتابوں کے دیئے گئے ہیں جن سے ناچیز نے براہ راست استفادہ کیا ہے۔

اس پوری تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اگر چہ حفاظت حدیث کا مدار صرف کتابت پر کبھی نہیں رہا لیکن اس کے باوجود ہجرت مدینہ سے لیے کر آج تک حدیثوں پر کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں یہ بہت وسیع پیمانے پر انتہائی احتیاط اور اہتمام سے قلم بند نہ کی جاتی رہی ہوں

اللہ تعالیٰ اس حقیر کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کے لیے ذریعہ تسکین بنائے جو تحفظ حدیث کے متعلق شکوک وشبہات کے شکار ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے، ہماری نجات اور ہمارے والدین کی مغفرت و بخشش فرمادے۔ آمین

وَمَا تَوفِيقِي اِلَّا بِاللّٰهِ

ڈاکٹر سید آصف عمری
(بی ای یم ایس)
اسلامک اسکالر
ڈائریکٹر ملٹی پرپز ایجوکیشن سنٹر
مغل پورہ۔ حیدر آباد۔ انڈیا
9885650216
8801226835

# اصول حدیث

علم حدیث: علم الحدیث وہ علم ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اور احوال معلوم ہوں۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں، اسی طرح صحابہ وتابعین کے قول وفعل اور تقریر کو بھی حدیث کہا جاتا ہے، اس اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہوئیں۔ ا۔قولی ۲۔فعلی ۳۔تقریری۔ حدیث رسول ﷺ کو سنت بھی کہتے ہیں۔ تقریر کا یہ معنی ہے کہ رسول ﷺ کے سامنے کسی صحابی نے یا کسی صحابی کے سامنے کسی تابعی نے یا کسی تابعی کے سامنے تبع تابعی نے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی اور انھوں نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ خاموش رہ کر گویا اس کو برقرار رکھا۔

خبر: جمہور محدثین کے نزدیک خبر اور حدیث کا ایک معنی ہے، اور بعض محدثین کہتے ہیں کہ جو نبی ﷺ اور صحابہ وتابعین سے مروی ہو وہ حدیث ہے اور دیگر لوگوں کے حالات اور واقعات عالم کی روایت خبر ہے اس اعتبار سے جو حدیث کی روایت وتحقیق میں مشغول ہو وہ محدث ہے، اور جو دیگر اخبار عالم کے ساتھ اشتغال رکھے وہ اخباری اور مؤرخ ہے۔

اثر: عام طور پر صحابہ وتابعین کے قول وفعل اور تقریر کو اثر کہتے ہیں۔ اور کبھی نبی ﷺ کی حدیث کو بھی اثر کہتے ہیں۔ چنانچہ ادعیہ ماثورہ ان دعاؤں کو کہتے ہیں، جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہوں۔

حدیث قدسی: وہ حدیث ہے جس کی روایت نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے فرمائیں، حدیث قدسی اور قرآن مجید کے درمیان فرق یہ ہے کہ قرآن کے معنے اور لفظ دونوں اللہ کی طرف سے ہیں، جب کہ حدیث قدسی کا معنی اللہ کی جانب سے ہے اور الفاظ نبی ﷺ کے اور قرآن کے ثبوت کے لیے تواتر شرط ہے جب کہ حدیث قدسی کے لیے تواتر شرط نہیں، بعینہ قرآن کی نماز میں تلاوت کی جاتی ہے جب کہ حدیث قدسی کی تلاوت عبادت نہیں۔ قرآن کے ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ہے جب کہ حدیث قدسی کا پڑھنا عموماً باعث اجر ہے۔

# اقسام حدیث باعتبار انتہائے سند

**مرفوع:** وہ قول وفعل اور تقریر جس کا انتساب نبی ﷺ کی طرف ہو۔

**موقوف:** وہ قول وفعل اور تقریر جو صحابی کی طرف منسوب ہو۔

**مقطوع:** وہ حدیث قول وفعل اور تقریر جو تابعی کی طرف منسوب ہو۔

ان تینوں میں سے ہر ایک کی تین تین قسمیں ہیں۔ ا۔قولی ۲۔فعلی ۳۔تقریری

کل نو قسمیں ہوئیں ان کی تعریف مذکورہ تفصیل سے خود واضح ہے۔

**سند:** حدیث روایت کرنے والوں کے سلسلے کو ''سند،،اور ''طریق،،بھی کہتے ہیں

**اسناد:** سند ذکر کرنے کو ''اسناد،، کہتے ہیں اور کبھی ''سند،،کو بھی ''اسناد،، کہتے ہیں۔

**متن:** جہاں سند ختم ہو اور کلام شروع ہو اسے متن کہا جاتا ہے اور سند ومتن کے مجموعے کو حدیث کہتے ہیں۔

**متصل:** وہ حدیث جس کی سند میں سے کوئی راوی ساقط نہ ہو۔

**مسند:** وہ حدیث جو مرفوع اور متصل السند ہو۔

**متواتر:** وہ حدیث جس کے راوی ہر دور میں اتنی کثرت سے پائے جاتے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہو جانا عادتاً ممکن نہ ہو، خبر متواتر مقبول اور مفید علم ویقین ہوتی ہے۔

**خبر واحد:** وہ حدیث جس کے راوی تعداد کے لحاظ سے حد تواتر کو نہ پہنچے ہوں۔

اس کی تین قسمیں ہیں: ا۔مشہور،۲۔عزیز،۳۔غریب۔تینوں کو اخبار آحاد اور ہر ایک کو خبر واحد کہتے ہیں۔

**مشہور:** وہ حدیث جس کے راوی ہر طبقۂ روایت میں کم از کم تین ہوں اور اس میں متواتر کی تمام شرائط نہ پائی جائیں، تین یا تین سے زیادہ ہوں لیکن تواتر کے درجے کو نہ پہنچیں اس کو مستفیض بھی کہتے ہیں۔

**عزیز:** وہ حدیث جس کے کسی طبقے میں فقط دو ہی راوی ہوں باقی میں دو ہوں یا زیادہ۔

**غریب اور فرد مطلق:** وہ حدیث جس کے سلسلۂ سند میں کسی جگہ ایک ہی راوی ہو۔

**ناسخ ومنسوخ:** دو ہم درجہ مقبول حدیثیں آپس میں متعارض ہوں اور ان میں مطابقت ممکن نہ ہو تو جو حدیث

متقدم ہوگی وہ منسوخ اور جو متاخر ہوگی وہ ناسخ قرار پائے گی عمل ناسخ پر ہوگا اور منسوخ ناقابل عمل ہوگی اور تقدم وتاخر کا پتہ نہ چلے اور کوئی وجہ ترجیح بھی نہ ہو تو کسی پر عمل نہیں کیا جائے گا، وہ متوقف فیہ ہوگی۔

ضعیف: وہ حدیث ہے جس میں صحیح اور حسن کی تمام یا بعض شرائط مفقود ہوں، حدیث کو ضعیف اور مردود قرار دینے کی دو بنیادی وجوہات ہیں۔ ایک سند کے اندر سقوط و انقطاع، دوسرا راوی کا عدالت یا ضبط (حفاظت حدیث) کے اعتبار سے مجروح ہونا۔

ہر دو اعتبار سے ضعیف کی متعدد قسمیں ہیں۔

## (اقسام ضعیف باعتبار سقوط وانقطاع سند)

منقطع: وہ حدیث جس کی سند میں سے ایک یا متعدد راوی متفرق مقام سے ساقط ہوں اور کبھی منقطع کا اطلاق مطلقاً غیر متصل پر ہوتا ہے۔

معلق: وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں راوی ساقط ہوں اور کبھی پوری سند محذوف ہوتی ہے۔ ایسا کرنے کو ''تعلیق،، کہتے ہیں۔

مرسل: وہ حدیث جس کی سند کے آخر میں تابعی کے بعد راوی ساقط ہو اور تابعی اور نبی ﷺ کے درمیان صحابی کا ذکر نہ ہو، اس فعل کو ارسال کہتے ہیں۔

معضل: وہ حدیث جس میں درمیان سند سے دو یا زیادہ راوی پے در پے ساقط ہوں۔

تدلیس: وہ حدیث جس میں راوی اپنے شیخ کو چھوڑ کر اوپر کے اس شیخ سے روایت کرے جس سے گو اس کو لقاء وسماع ہے مگر یہ حدیث اس نے نہیں سنی ہے، اور لفظ ایسا استعمال کرے جس سے یہ شبہ ہو کہ یہ حدیث بھی سنی ہے۔ اس فعل کو تدلیس اور فاعل کو مدلس کہتے ہیں۔

مرسل خفی: وہ حدیث ہے جس میں راوی اپنے شیخ کے بجائے اس ہم عصر شیخ سے روایت کرے جس سے اس کی لقاء وسماع ثابت نہیں مگر لفظ ایسا استعمال کرے جس سے یہ شبہ ہو کہ یہ حدیث اس سے سنی ہے۔ مثلاً ''عن'' یا ''قال''

موضوع: وہ حدیث جس کی سند میں کوئی ایسا دروغ گو راوی ہو جس نے کبھی جھوٹی، خود ساختہ حدیث نبی ﷺ کی طرف منسوب کرنے کی جرأت کی ہو۔

متروک: وہ حدیث جس کی سند میں ایسا راوی ہو جس کا حدیث نبوی ﷺ میں گو جھوٹ ثابت نہیں، مگر عام گفتگو اور معاملات میں وہ جھوٹ بولتا ہے۔

منکر: وہ حدیث جس کا کوئی راوی فاسق ہو یا فاحش الغلط ہو، یعنی روایت کرنے میں بکثرت غلطیاں کرتا ہو یا مغفل ہو یعنی روایت کے سننے میں بہت زیادہ غفلت برتتا ہو۔ حدیث ضعیف کی یہ تین قسمیں قطعی طور پر نا قابل قبول ہیں۔

مدرج: وہ حدیث ہے جس کی سند میں خلاف اصل تغیر و تبدل واقع ہو گیا ہو یا اس کے متن میں راوی نے اپنا یا صحابی و تابعی وغیرہ کا کلام کسی غرض (لفظ کی تفسیر وغیرہ) کے لئے شامل کر دیا ہو، پہلی قسم کو ''مدرج الا سناد،، اور دوسری کو ''مدرج المتن،، کہتے ہیں۔

مقلوب: وہ حدیث ہے جس میں ایک ہی شیخ سے روایت کرنے والوں کے بیان میں سند یا متن کے اندر اختلاف ہو یا ایک راوی اختلاف بیانی سے کام لے رہا ہو۔

مبہم: وہ حدیث ہے جسکی سند میں بعض راوی کا نام نہ بیان کیا گیا ہو، گو راوی کا ذکر ہو۔

مجہول: وہ حدیث جس کی سند میں ایسا راوی ہو جس کا ثقہ یا مجروح ہونا معلوم نہ ہو، اور اس سے ایک ہی را وی روایت کرتا ہو۔ ایسے راوی کو ''مجہول العین،، کہتے ہیں۔

## درجات صحیح

۱۔ وہ روایت جو متفق علیہ ہے۔

۲۔ وہ روایت جو صرف صحیح بخاری میں ہے۔

۳۔ وہ روایت جو صرف صحیح مسلم میں ہے۔

۴۔ وہ روایت جو ان میں سے کسی میں نہیں ہے لیکن ان دونوں کی شرط پر ہے۔

۵۔ وہ روایت جو امام بخاری کی شرط پر ہے۔

۶۔ وہ روایت جو امام مسلم کی شرط پر ہے۔

۷۔ وہ روایت جو شیخین کے علاوہ دوسرے محدثین کے یہاں صحیح ہے۔

## اسباب وضع

حدیث گھڑنے کے مختلف اسباب ہوتے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں:

تقرب الٰہی چاہنا: کچھ لوگ دین میں اچھے کام کی فضیلت اور برے کام کی فضیحت وغیرہ میں حدیثیں وضع کرتے تھے اور اس طرح سے لوگوں کو اچھے کاموں کی رغبت دلاتے اور برے کاموں سے ڈراتے تھے اور اس کو کار خیر تصور کرتے تھے چونکہ یہ لوگ انتہائی بزرگ ومتقی ہوتے تھے، سماج میں ان کو بڑی عزت اور اعتماد کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، اس لئے یہ روایتیں سماج میں عام ہوگئیں۔ جیسے نوح ابن ابی مریم نے کیا۔

عصبیت پسندی:۔ بہت سارے متعصبین دینی،، قومی، لسانی اور علاقائی عصبیت کی بنیاد پر حدیثیں گھڑتے تھے، خاص طور سے شیعان علی کا اس میں بڑا حصہ رہا ہے۔

جیسے مامون ہروی میسرہ بن عبدربہ۔

دین کو بدنام کرنا: زنادقہ نے دین اسلام کو مطعون ورسوا کرنے کے لیے بہت سی حدیثیں گھڑی ہیں خاص طور سے وہ حدیثیں جو خلاف عقل اور سطحی ہوں۔ جیسے محمد بن سعید مصلوب اور عبدالکریم بن ابوعوجاء نے کیا۔

مطلب پرستی: بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے مطلب برآری کے لئے حدیثیں گھڑی ہیں مثلاً بادشاہوں سے قربت، روزی روٹی میں اضافہ، شہرت طلبی وغیرہ کے لیے۔ جیسے غیاث بن ابراہیم نے مہدی کو خوش کرنے کے لئے کیا۔

## اہم کتب حدیث

۱۔ صحیح بخاری: امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری (متوفی ۲۶۵ھ)

اس کتاب کا اصل نام "الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول الله ﷺ و سننه و ایامه ،، ہے۔ یہ خالص صحیح حدیثوں کا پہلا مجموعہ ہے، اور کتاب اللہ کے بعد صحت میں پہلا نمبر ہے اس کی جملہ مرفوع اور متصل روایتوں کو امت نے ازروئے صحت قبول کیا ہے۔

۲۔ صحیح مسلم: امام ابوحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ) اس کا اصل نام "المسند الصحیح" ہے، یہ صحیح بخاری کے بعد دوسری صحیح ترین کتاب ہے جس کی صحت پر بھی امت کا اجماع ہے

ان دونوں کتابوں کو امتیازی حیثیت حاصل ہے جس کی اہم وجوہات یہ ہیں۔

۱۔ دونوں کی شخصیت کا ممتاز ہونا۔ یہ حضرات علم وفضل، معرفت حدیث ومہارت فن میں اپنے ہم عصروں پر فائق تھے۔

۲۔ کتاب میں منتخب راویوں کا استعمال جواز روئے عدالت وضبط اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔

۳۔ احادیث کے انتخاب میں دقت، ان حضرات نے جن حدیثوں کو ان میں شامل کیا ہے ان کو انتہائی باریکی اور دقت سے جانچ پڑتال کے بعد کیا ہے، جو اصول وضوابط کے اعلیٰ معیار پر تھیں۔

۴۔ ان کی حدیثوں سے علم حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ یہ روایتیں یا تو متواتر ہیں یا متفق علیہ یا ثقات متقنین کے واسطے سے مروی ہیں۔

۵۔ علماء کی تصدیق اور امت کا اجماع۔ ان میں صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر تین طرح سے فوقیت حاصل ہے۔

۱۔ ازروئے اتصال اس لئے کہ امام بخاری کے یہاں مدلس کی عنعنہ کیلئے ملاقات شرط ہے۔

۲۔ ازروئے عدالت وضبط اس لئے کہ جن راویوں پر کچھ کلام کیا گیا ہے ان کی تعداد صحیح بخاری میں صحیح مسلم کے بالمقابل کم ہے۔

۳۔ ازروئے شذوذ وعلل اس لئے کہ جن روایتوں پر کلام کیا گیا ہے ان کی تعداد صحیح بخاری میں کم اور صحیح مسلم میں زیادہ ہیں۔

صحیح مسلم کو صرف ازروئے تنظیم وترتیب برتری حاصل ہے۔

صحیحین:۔ ان دونوں کتابوں (یعنی صحیح بخاری وصحیح مسلم) کے مجموعہ کو "صحیحین"، کہا جاتا ہے

متفق علیہ:۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم دونوں میں جو روایتیں متصلا مروی ہوتی ہیں ان کو "متفق علیہ"، دونوں روایات کا ایک ہی.........ہو کہا جاتا ہے۔

۴۔ سنن ترمذی:۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)

اس کا نام بھی "السنن"، ہے نیز اس کو "الجامع"، بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب ہر حدیث پر حکم لگانے اور مسائل فقہیہ کے استنباط اور حدیثی فوائد کے بیان کرنے میں ممتاز ہے اس میں جتنی بھی حدیثیں ہیں سب کے سب کسی نہ کسی کے یہاں معمول بہ ہیں سنن اربعہ میں اس کا دوسرا نمبر ہے۔

۵۔ سنن نسائی:۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ)

اس کتاب کا اصل نام "المجتبیٰ"، ہے جس کو "السنن الکبری"، سے منتخب کیا ہے یہ کتاب جمع طرق، اختلاف الفاظ کی وضاحت میں ممتاز ہے بہت سے اہل علم نے صحیحین کے بعد اس کو سب سے بہتر کہا ہے اس لئے کہ سنن اربعہ میں سب سے کم ضعیف حدیثیں اسی میں ہیں، نیز رجال حدیث کے انتخاب میں ان کے یہاں جو تحقیق و دقت ہے وہ دوسرے اصحاب سنن کے یہاں نہیں ہے۔

۶۔ سنن ابن ماجہ:۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی (متوفی ۲۷۳ھ)

سنن اربعہ میں اس کا آخری درجہ ہے کثرت زوائد کی بنیاد پر جن کی تعداد (۱۳۳۹) ہے حافظ ابن طاہر مقدسی اور حافظ عبدالغنی وغیرہ نے اس کو کتب ستہ میں شمار کیا ہے، حالانکہ عموماً زوائد میں ضعف پایا جاتا ہے

۷۔ موطأ:۔ امام مالک بن انس اصبحی (متوفی ۱۷۹ھ)

بعض اہل علم نے از روئے صحت اس کو صحیحین پر بھی مقدم مانا ہے حالانکہ اس میں مراسیل، مقاطیع اور بلاغات کی اچھی خاصی تعداد ہے، کچھ اہل علم نے اس کو ابن ماجہ کی جگہ پر کتب ستہ میں شمار کیا ہے۔

۸۔ سنن دارمی:۔ امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمٰن (متوفی ۲۵۵ھ) اس کو "مسند دارمی"، بھی کہا جاتا ہے۔ جو اصطلاحی نہیں بلکہ لغوی معنی کے اعتبار سے ہے۔ (یعنی مسند بمعنی متصل ہے۔)

ابو معاویہ رزین نے ابن ماجہ کی بجائے اس کو کتب ستہ میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح سے علامہ مغلطائی، علامہ علائی اور شیخ عبدالحق دہلوی نے یہ کہا ہے کہ اس کو سنن ابن ماجہ اور موطأ کی بجائے کتب ستہ میں شمار کرنا بہتر ہے۔

سنن ابن ماجہ کے مقابلہ میں اس کی سندیں بہتر اور اعلیٰ ہیں لیکن چونکہ اس میں مرسل، معضل، منقطع روایتیں کافی تعداد میں ہیں، اس لئے اس کا درجہ کم ہو گیا۔

۹۔ مسند احمد: امام احمد بن محمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)

یہ کتاب موجودہ مسانید میں سب سے بڑی کتاب ہے جس میں تکرار کے ساتھ چالیس اور بغیر تکرار کے تیس ہزار حدیثیں ہیں۔

عمومی طور سے اہل علم نے کتب صحاح وسنن کے بعد مسانید کو تیسرے نمبر پر رکھا ہے، لیکن اس کے باوجود اس مسند کی حدیثیں از روئے سند بہت بہتر ہیں اس میں جو ضعیف روایتیں ہیں زیادہ تر امام عبداللہ اور ابو بکر قطیعی کی زوائد ہیں۔

۱۰۔صحیح ابن خزیمہ:۔امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ (۳۱۱ھ)

کتاب کا اصل نام" مختصر المختصر من المسند الصحیح عن النبی ﷺ "ہے۔کتب صحاح میں صحیحین کے بعد اس کا درجہ ہے اس لئے کہ حدیث پر حکم لگانے میں دیگر اصحاب کتب صحاح سے زیادہ تحقیق اور احتیاط سے کام لیا ہے۔

صحیح ابن حبان:۔امام ابوحاتم محمد بن احمد بن حبان تمیمی (متوفی ۳۵۴ھ)

کتاب کا اصل نام" المسند الصحیح علی التقاسیم والا نواع من غیر وجود قطع فی سند ها ولا ثبوت جرح فی نا قلیها "،ہے جس کو" التقاسیم و الا نواع "کہا جاتا ہے کتب صحاح میں یہ چوتھے نمبر پر ہے اس کی ترتیب انتہائی مشکل تھی ،اس لئے علاؤالدین علی بن بلبان فارسی (متوفی ۷۳۹ھ) نے اس کو فقہی ابواب پر مرتب کردیا ہے جو" الا حسان فی تقریب صحیح ابن حبان "کے نام سے مطبوع ہے اور صحیح ابن حبان کی جگہ پر یہی متداول ہے۔

السنن الکبری:۔امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) یہ کتب سنن میں سب سے بڑی کتاب ہے احکام کی حدیثوں کا سب سے بڑا ذخیرہ اس میں ہے۔امام بیہقی کی دوسری کتاب" السنن الصغری کے مقابلے میں اس کا نام السنن الکبری"،ہے۔

ان کے علاوہ اور دیگر کتابیں ہیں جن کو علماء اسلام نے تالیف کیا ہے۔اللہ تعالی ان سب کو جزائے خیر دے۔ اور ہم لوگوں کو بھی حدیث نبوی کی خدمت کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

# تاریخ تدوین وکتابت حدیث

## تعارف حدیث

شریعت کا ماخذ اول ''قرآن'' اور ماخذ دوم ''حدیث'' ہے اور دونوں لازم وملزوم ہیں۔

ادلہ شرعیہ کے تذکرہ میں قرآن عزیز کے بعد ائمہ سنت علی العموم علوم نبوت کے متعلق چار لفظ ذکر فرماتے ہیں:

۱۔الخبر ۲۔الاثر ۳۔الحدیث ٤۔السنه

عاملین بالحدیث جو کتاب اللہ کے ساتھ حدیث کی حجت پر یقین رکھتے اور اسے حجت شرعی سمجھتے ہیں وہ دین کی کتابوں میں مختلف نسبتوں سے مشہور ہیں:

۱۔اهل السنه ۲۔اهل الحدیث ۳۔اهل الاثر

## حدیث کا لغوی مفہوم:

حدیث کا لفظ عربی زبان میں مختلف معانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے:

ا۔''حدیث'' کا لفظ قدیم کی ضد ہے،اس کا مصدر ''حدث'' ہے جس کا اطلاق نئے عوارض پر ہوتا ہے۔''رَجلٌ حَدُثٌ'' کے معنی جوان آدمی ہے۔

نئی چیز اور نئی بات کو حدیث کہتے ہیں ''حادثہ'' کو اسی لیے یہ نام دیا گیا ہے کہ وہ وقوع کے اعتبار سے نیا ہوتا ہے۔

۲۔حدیث کا لفظ بات چیت اور گفتگو کے معنے میں بھی استعمال ہوتا ہے،اس کی جمع صحیح مذہب کے مطابق احادیث ہے۔

۳۔دنیا کے عجائبات اور خلاف امید واقعات کی حکایات اور قصوں کو بھی احادیث فرمایا گیا ہے: ﴿فجعلناهم احادیث﴾ (سباء:۳۴) ''ہم نے حوادث کو کہانیوں کی صورت دے دی''

۴۔اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کلام کو حدیث سے تعبیر فرمایا ہے۔چنانچہ ایک مرتبہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خوش نصیب انسان کے بارے میں دریافت کیا جسے قیامت کے دن شفاعت نصیب ہوگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لقد ظننت یا ابا ھریرۃ !ان لایسألنی عن ھذا الحدیث احد اول منک لمارأیت من حرصک علی الحدیث۔''اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب میں نے حدیث کے معاملے میں تمہاری دلچسپی دیکھی تو مجھے خیال ہوا کہ تم سے پہلے اس حدیث کے بارے میں کوئی مجھ سے سوال نہیں کرے گا۔''

۵۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو اور قرآن عزیز کو بھی حدیث کا نام دیا گیا ہے:﴿ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا ﴾(التحریم:۳)''جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں سے آہستہ بات کی۔''﴿فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ﴾ (طور:۳۴)''(منکرین اگر سچے ہیں)تو قرآن مجید جیسی حدیث وہ بھی بنا کر لائے۔''﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا﴾(النساء:۸۷)''اللہ تعالیٰ سے زیادہ کس کی حدیث سچی ہے۔''''فان خیر الحدیث کتاب اللہ''(مسلم)''بلاشبہ بہترین حدیث اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے۔''

حدیث کا اصطلاحی مفہوم:۔

اسلامی اصطلاح میں علم حدیث سے مراد وہ علم ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال،اعمال اور احوال ذکر کیے گئے ہوں۔(کشف الظنون)

## حدیث نبوی ﷺ کی تین قسمیں ہیں:

### ا۔قولی حدیث:

جس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال مبارک کا ذکر کیا گیا ہو اسے قولی حدیث کہتے ہیں۔کتب ستہ کی اکثر احادیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ہیں،مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان گرامی:صلوا کما رایتمونی أصلی(بخاری،کتاب الاذان)''جیسے مجھے نماز پڑھتا دیکھتے ہو اس طرح نماز پڑھو''

قولی حدیث کو اثبات احکام کے لحاظ سے اولین مقام حاصل ہے۔

**۲۔فعلی حدیث:**

حدیث کی دوسری قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال ہیں،نماز،وضو،اعتکاف،اور دیگر افعال ۔ یہ سب سنت اور حجت ہیں،ان کا اتباع لازم ہے۔فعلی سنت کے دائرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری عملی زندگی آجاتی ہیں۔فعلی حدیث کی ایک مثال ملاحظہ کیجئے۔

''جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں درست فرماتے جب ہم سیدھے کھڑے ہوجاتے تو پھر''اللہ اکبر '' کہہ کرنماز شروع فرماتے۔''(ابوداود۔کتاب الصلاۃ)

**۳۔تقریری حدیث:**

صحابی کے کسی فعل پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خاموش رہنا محدثین کی اصطلاح میں ''تقریر'' کہلاتا ہے۔یہ حدیث کی تیسری قسم ہے۔مثلاً قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو صبح کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''صبح کی نماز تو دو رکعت ہےاس آدمی نے جواب دیا میں نے فرض نماز سے پہلے کی دو رکعتیں نہیں پڑھی تھی ،لہٰذا وہ اب پڑھی ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر خاموش ہوگے۔''(ابوداؤد کتاب التطوع)

**حدیث قدسی:**

حدیث نبوی کی ایک خاص قسم کو حدیث قدسی کہتے ہیں۔حدیث قدسی اور دیگر احادیث میں نمایاں فرق یہ ہے کہ اس میں ((قال اللہ تعالیٰ ))''اللہ نے فرمایا'' کے الفاظ ہوتے ہیں۔ویسے دیگر الہامات ربانی کی طرح یہ بھی ایک الہام ہوتا ہے۔

**اصول حدیث:**

ان قوانین کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ سند اور متن کے احوال معلوم کیے جاتے ہیں۔

**محدث** : جو شخص علوم حدیث میں ماہرانہ بصیرت رکھتا ہو اسے محدث کہتے ہیں اور محدث کی جمع محدثین ہے۔

**خبر** :کسی واقعہ کی اطلاع اور اس کی حکایت کو کہا جاتا ہے الخبر اور اخبار نرم زمین اور غبار کو بھی کہا جاتا ہے ثلث ربع پر زمین کی کاشت کے معاملہ کو مخابرہ کہتے ہیں۔

زبان کے لحاظ سے تو واقعہ کی ہر اطلاع اور تذکرہ کو خبر کہا جاتا ہے مگر رسول علیہ ﷺ کے ارشادات پر جب یہ لفظ بولا جائے تو حدیث کے مترادف ہوگا یعنی عالم اخبار کو ''اخباری'' اور عالم حدیث کو ''محدث'' کہیں گے۔

**اثر:** کسی چیز کے بقیہ اور نشان کو کہتے ہیں: (فانظر الی اثار رحمت اللّٰه) نقل کو اثر سے تعبیر کیا جاتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے جو مسائل منقول ہیں انہیں آثار کہا جاتا ہے۔ اصطلاحا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر بھی اثر کا لفظ بولا جاتا ہے اور عموماً اس کا استعمال اضافت سے ہوتا ہے۔

مقام حدیث:

مفتی اعظم سعودی عرب شیخ ابن باز رحمہ اللہ

آیت ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ (الحجر:۹) ''بے شک ہم ہی نے اس ذکر کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔'' نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

اور یہ کوئی شک کی بات نہیں کہ سنت بھی قرآن کی طرح کلام وحی ہے۔ جیسے اللہ رب العزت نے قرآن کریم کو محفوظ رکھا ہے اسی طرح علمائے نقاد کے ذریعے حدیث کی بھی مکمل حفاظت کی، انہوں نے باطل پسندوں کی تحریف کو دفع کیا ہے تو جہلاء کی تاویلات رکیکہ کے بھی جوابات دیئے ہیں، جاہل، کذاب اور ملحد قسم کے لوگ جس طرف سے بھی سنت مقدسہ پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں یہ علماء اسی زاویہ سے دفاع کے لئے پہنچے ہیں اور یہ کیوں نہ ہوتا جب کہ اللہ رب العزت نے جہاں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کے لئے مفسر اور اس کے مجمل احکام کا موضح بنایا ہے وہاں اس کے ضمن میں ایسے احکام بھی بیان فرمائے ہیں جن پر قرآن عرض ناطق نہیں احکام رضاعت، احکام مواریث، نکاح کے بعض احکام کی تفاصیل اور اسی طرح بہت ساری دوسری چیزیں قرآن کریم میں کہاں ہیں؟ صرف احادیث صحیحہ ہی سے تو یہ چیزیں ہمیں ملتی ہیں۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ایک دفعہ حدیث مبارک کا درس دے رہے تھے، ایک شخص نے کہا کہ قرآن کریم سے کوئی وعظ ونصیحت فرمائیے تو آپ رضی اللہ عنہ نے غضبناک ہوکر فرمایا:

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حدیث ہی تو قرآن کی تفسیر ہے اگر حدیث کی کوئی اہمیت نہ ہوتی تو تمہیں کیسے معلوم ہوتا کہ ظہر کی چار رکعتیں، مغرب کی تین اور فجر کی دو ہیں، نیز زکوۃ واسلام کے دیگر ارکان کی تفاصیل کیسے معلوم ہوتیں۔

امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب تم کسی کے سامنے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرو اور وہ جواب میں حدیث کو رد کر کے صرف قرآن سے جواب مانگے تو جان لو کہ یہ شخص گمراہ ہے۔

امام بیہقی نے امام اوزاعی سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنے ایک شاگرد سے فرمارہے تھے جب نبی علیہ السلام کی کوئی حدیث تم تک پہنچ جائے تو دیکھنا اس کے مقابلہ میں کسی اور کے قول، رائے یا اجتہاد کو ترجیح نہ دینا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت ایک مبلغ کی ہے (یعنی جو کچھ آپ فرمائیں گے وہ آپ کی طرف سے نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کا فرمان ہوگا)

امام بیہقی نے امام زہری رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ: ''علمائے سلف کہا کرتے تھے کہ سنت کو مضبوطی سے تھامنے ہی میں نجات ہے۔''

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی تنبیہ:۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

مجھے ان لوگوں پر سخت تعجب ہے جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث معلوم ہو اس کی اسناد سے واقف ہوں اور اس کی صحت سے بھی باخبر ہوں لیکن اس سب کچھ کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث چھوڑ کر کہتے ہیں ''سفیان ثوری نے فرمایا'' کیا انہیں اللہ رب العزت کا یہ فرمان یاد نہیں ہے: ﴿فليحذر الذين يخالفون عن امره أن تصيبهم فتنة ............﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والے اس بات سے ڈریں کہ ان پر کوئی فتنہ نہ آپڑے یا کسی دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائے''

اس آیت میں ''فتنہ'' سے مراد دلوں کی وہ کجی ہے جو انسان کو ایمان سے محروم کر دیتی ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے سرتابی اور ان کی مخالفت کرنے کا نتیجہ ہے اور ایمان سے محرومی اور کفر پر خاتمہ جہنم کے دائمی عذاب کا باعث ہے۔''

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فرمان:۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگ اس وقت تک ہدایت پر قائم رہیں گے جب تک ان میں علم حدیث حاصل کرنے والے موجود رہیں گے، جب حدیث کے بغیر (دین کا) علم حاصل کیا جائے گا تو لوگوں میں بگاڑ اور فساد پیدا ہو جائے گا۔ شعرانی نے میزان میں اسکا ذکر کیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام اوزاعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ میں سے ہر ایک کی بات رائے ہے اور میرے نزدیک سب کا درجہ ایک جیسا ہے۔ حجت صرف سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

## صحابہ کرام کی نظر میں حدیث کا مقام:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فیصلہ کرتے وقت اپنی رائے پر عمل کرنے سے پہلے ہمیشہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع فرماتے، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہوتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی رائے واپس لے لیتے تھے۔

۱۔ سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دیت صرف والد کے رشتہ داروں کے لئے ہے لہٰذا بیوی کو اپنے شوہر کی دیت سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔ ضحاک ابن سفیان رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پیغام لکھوا کر بھیجا کہ میں اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت سے حصہ دلاؤں۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔

۲۔ علی رضی اللہ عنہ کے پاس چند مرتد لائے گئے تو آپ نے ان کو جلانے کا حکم دیا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث پیش کی کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کسی کو آگ کا عذاب نہ دو علی رضی اللہ عنہ سن کر فرمایا: ابن عباس سچ کہتے ہیں۔

۳۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے لیکن جب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا نے اپنا واقعہ پیش کیا کہ میرا شوہر قتل ہو گیا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے شوہر کے مکان پر عدت گزارنے کا حکم دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی روایت کے مطابق فیصلہ کیا۔

۴۔ خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا طرز عمل یہ تھا کہ آپ کے سامنے جب کوئی معاملہ پیش آتا تو آپ پہلے کتاب اللہ میں اس کا حکم تلاش کرتے، اگر وہاں نہ ملتا تو سنت رسول میں اس کی نظیر تلاش کرتے۔ بسا اوقات آپ اعلان عام کرتے کہ اگر کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل یا فیصلہ اس خاص معاملہ کے متعلق معلوم ہو تو بتائے۔

یہ سن کر لوگ جمع ہو جاتے اور آپ ﷺ کی احادیث بیان کرتے، تب ابوبکر رضی اللہ عنہ فیصلہ کرتے اور تشکر کے طور پر یہ الفاظ فرماتے: الحمدلله الذی جعل فینا من یحفظ سنة بینا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم میں ایسے لوگ پیدا کیے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو یاد رکھتے ہیں۔

## حدیث کے مقابلہ میں کسی کے قول پر عمل کرنا باعث عذاب:

حج تمتع کے بارے میں جب لوگوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا قول حج افراد کی فضیلت کے بارے میں دلیل کے طور پر پیش کیا تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! میرا خیال ہے کہ تم پر (ان کاموں کی وجہ سے) ضرور عذاب نازل ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تم اس کے مقابلے میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے اقوال پیش کرتے ہو۔''

حدیث صحیح کے مقابلے میں جب ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور اس موقع پر ان کی کوئی حیثیت تسلیم کرنے پر عذاب اور ہلاکت کا ندیشہ لاحق ہوسکتا ہے تو پھر جو شخص حدیث کے معاملہ میں کسی اور شخص کے قول یا اپنی یا کسی اور کی رائے اور اجتہاد کی کوئی حیثیت سمجھتا تو ہے اس کا انجام آپ خود سوچ لیں۔

## صحابہ کرام سنت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی سمجھتے تھے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت کو اللہ کی طرف سے وحی سمجھتے تھے، مثال ملاحظہ ہو:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ نے جسم گودنے والی اور گدوانے والی، چہرے کے بال اکھاڑنے اور اکھڑانے والیوں پر اور خوبصورتی کے لیے دانت (رگڑ کر) کھلے کروانے والیوں پر (نیز) اللہ تعالیٰ کی بناوٹ کو تبدیل کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

بنی اسد کی ایک عورت ام یعقوب نے یہ بات سنی جو کہ قرآن پڑھا کرتی تھی، تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا میں نے سنا ہے کہ تم نے جسم گدوانے اور گودنے والیوں پر، چہرہ کے بال اکھاڑنے اور اکھڑانے والوں پر دانتوں کو کشادہ کرنے والوں پر اور اللہ کی بناوٹ کو بدلنے والیوں پر لعنت کی ہے؟ عبداللہ بن مسعود نے کہا میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور یہ تو اللہ کی کتاب میں موجود ہے اس عورت نے کہا میں نے سارا قرآن پڑھا ہے لیکن مجھے تو اس میں کہیں اس

بات کا ذکر نہیں ملا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو قرآن غور سے پڑھتی تو تجھے یہ بات مل جاتی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا﴾ (الحشر: ۷) ''اور جو کچھ میرا رسول دے اسے لےلو اور جس چیز سے منع کرے اس سے رک جاؤ''

پھر وہ عورت بولی: ان باتوں میں سے بعض باتیں تمہاری بیوی میں بھی ہے۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا: جاؤ اور جا کر دیکھ لو وہ عورت گئی تو ان کی بیوی میں ایسی کوئی بات نہ پائی تب وہ واپس آئی اور کہنے لگی: ان میں سے کوئی بات میں نے تمہاری بیوی میں نہیں دیکھی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر وہ ایسا کرتی تو ہمارے ساتھ نہ رہتی۔''

پس واضح ہوا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قرآن وسنت میں تفریق نہ کرے، ان دونوں پر عمل فرض ہے اور شریعت اسلامیہ کی بنیاد ان دونوں پر قائم ہے۔

## قرآن وحدیث لازم وملزوم ہیں:

قرآن کریم سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ویسا ہی ہے جیسا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کی ذات سے ہے، قرآن کریم کی سمجھ حدیث کی تعلیم پر موقوف ہے۔ حدیث کی مدد کے بغیر قرآن کا سمجھنا اسی طرح بے نتیجہ ہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو نظر انداز کر کے اللہ تک پہنچنے کی کوشش کرنا لاحاصل ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے قرآن سے حدیث کا تعلق بتاتے ہوئے کہا ہے:

''اگر اسلامی علوم میں علم القرآن دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علم الحدیث شہ رگ کی۔ یہ شہ رگ اسلامی علوم کے تمام اعضاء وجوارح تک خون پہنچا کر ہر آن ان کے لئے تازہ زندگی کا سامان بہم پہنچاتی ہیں۔ قرآن کے مجمل احکام کی تفصیل، عموم کی تخصیص اور مدلولات کے تعین کا مستند ذریعہ حدیث ہے، پھر یہ کہ مختلف حالات میں ان کا انطباق اور امت میں ان کا نفاذ اور دیگر تشریعی امور میں رہنمائی حدیث کے سوا دوسری چیزوں سے نہیں ہوسکتی۔ اسی لیے قرآن وحدیث سے الگ کر کے نہ تو سمجھا جا سکتا ہے اور نہ اس سے کوئی صحیح نتیجہ برآمد کیا جا سکتا ہے۔''

محدث دور حاضر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس طرح نشاشیبی نے درود شریف میں ''آل'' کے لفظ کا انکار کیا ہے اسی طرح اس ذہن کے لوگ نماز میں تشہد کا انکار کرتے ہیں، ان

کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن پاک میں کہیں تشہد کا ذکر نہیں، صرف قیام، رکوع، سجود کا ذکر ہے۔ اسی طرح قرآن میں بھی نہیں ہے کہ حائضہ حیض کی حالت میں نماز ادا نہ کرے اور روزہ نہ رکھے بلکہ اسے نماز پڑھنی چاہیے اور روزہ رکھنا چاہیے، کیا ہم ان لوگوں کے نقطہ نظر کو صحیح کہہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہو گئے ہیں اور ان کے گمراہ ہونے میں کچھ شک نہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے حدیث کا جاننا ضروری ہے، اگر کوئی شخص لغت میں یسونہ کے مقام پر فائز ہے لیکن سنت کا علم نہیں رکھتا تو قرآن سمجھنے سے قاصر ہے۔

## حدیث کے بغیر قرآن پر عمل ممکن نہیں:

قرآن حکیم کے اس اسلوب اور مذکورہ بالا صراحتوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دین اسلام میں احادیث نبویہ کی کیا بنیادی اہمیت ہے کہ ان کے بغیر نہ قرآن شریف کا فہم حاصل کیا جا سکتا ہے، نہ اس کے احکام پر عمل ممکن ہے، حدیث میں کی جانے والی تشریح کے بغیر نماز اور زکوٰۃ تک ادا نہیں کی جا سکتی ہے۔ وہ قرآن جو صرف نظریات اور عقائد ہی نہیں لایا، بلکہ پوری نوع انسان کے لیے نہایت معتدل اور متوازن نظام عمل لے کر آیا ہے، احادیث کو چھوڑ دیا جائے تو اس کا پورا عمل درہم برہم، اور اس کا پیش کیا ہوا دین معطل ہو کر رہ جائے۔

حدیث کی یہی وہ بنیادی اہمیت اور قرآن و سنت کا یہی وہ ربط باہم ہے جن کی بنا پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور بعد کے محدثین نے ذخیرۂ حدیث کو اپنی جانوں سے زیادہ حفاظت کر کے بعد کی نسلوں تک پہنچایا، انھی کی ناقابل فراموش کاوشوں کا یہ نتیجہ ہے کہ جہاں جہاں قرآن کریم پہنچا، حدیث بھی ساتھ ساتھ پہنچی، بحمد للہ یہ خدمت آج بھی جاری ہے اور جب تک قرآن کی خدمت ہوتی رہے گی، یہ خدمت بھی جاری رہے گی۔

## کوئی صحیح حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں ہو سکتی:

محدثین کا اصول ہے کہ جو روایت قرآن مجید اور سنت مطہرہ کے خلاف ہو وہ قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتی۔ امام بخاری، مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے ''اصول حدیث'' کی رو سے جن احادیث مبارکہ کو صحیح کہا ہے یقیناً وہ قرآن و سنت کے مطابق ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں صرف صحیح احادیث درج کی گئی ہیں، اسی لیے ان میں کوئی ایسی روایت نہیں جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔ جن لوگوں کو:

۱۔عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا۔

۲۔رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ذاتی حیثیت سے جادو کے چند اثرات کا ہو جانا۔

۳۔دجال سے متعلق۔

۴۔عذاب قبر سے متعلق، اخبار (احادیث)

ان جیسی باتیں قرآن حکیم کے خلاف نظر آتی ہیں تو یہ دراصل ان کی کم علمی اور جہالت ہے۔ یہ وہ روایات ہیں جنہیں تحقیق کے بعد محدثین نے صحیح کہا ہے۔ یہ قرآن حکیم کے خلاف نہیں بلکہ ان منکرین کی خود ساختہ شرح قرآن اور مفہوم کتاب اللہ کے الٹ ہے۔

## اگر حدیث حجت نہیں تو دین نامکمل ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ ''میں نے آج تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور اپنے انعامات کی بارش برسا دی اور اسلام ہی تمہارے لیے پسندیدہ دین قرار پایا۔'' (المائدہ:۳)

یاد رکھیے! دین اسلام کامل ترین دین ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مشرکین نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کا نبی علیہ السلام آپ کو ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں یہاں تک کہ قضائے حاجت کا طریقہ بھی سکھاتے ہیں، تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں! آپ ﷺ ہم کو حکم دیتے ہیں کہ ہم قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کریں، دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کریں، تین پتھروں سے کم سے استنجا نہ کریں اور ہڈی اور گوبر سے استنجاء نہ کریں۔

مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آیت مذکورہ کا حدیث کی حجیت سے کوئی تعلق نہیں ،اس میں صرف دین کی تکمیل کا تذکرہ ہے۔ لیکن جب ہم کامل دین کے مختلف شعبوں کو دیکھتے ہیں ،عبادات ،معاملات ،مغازی ،سیر ،معاشی اور بین الاقوامی مسائل پر غور کرتے ہیں تو قرآن عزیز کو ایک اصولی کتاب اور آئینی صحیفہ تصور کرنے کے بعد تفصیلات کے لیے ذہن میں تشنگی سی محسوس ہوتی ہے۔ اب اس تفصیل کے لیے اگر علماء کا بورڈ مقرر کیا جائے یا کسی ذہین آدمی کو مرکز ملت بنا کر اس کی طرف رجوع کیا جائے تو یہ پورا غیر معصوم ماحول ظنون واوہام اور شکوک وخرافات ایک گٹھری ہوگی جسے ایک پاگل کے سر پر رکھ کر اسے اندھے اونٹ پر سوار کر کے مہار اس کے ہاتھ میں دے دی جائے تا کہ وہ موہوم امانت کو اپنی مرضی سے بانٹتا پھرے۔

اگر یہ ظنون واوہام دین قرار پا سکتے ہیں تو پھر خبر واحد نے کیا کیا ہے کہ اسے ساقط الاعتبار قرار دیا جائے اور علم الاسناد نے کون سا گناہ کیا ہے کہ اس پر تابڑتوڑ حملے کیے جار ہے ہیں، رجال اور اصول حدیث ایسے معقول اور متعارف فن کو کیوں نظر انداز کیا جارہا ہے جس نے لاکھوں آدمیوں کی زندگیاں نکھار کر رکھ دیں اور فن روایت ودرایت کو چھان پھٹک کر دنیا کو تاریخ کے اصولوں پر تنقید کا راستہ دکھایا اور تاریخ کو قصہ گوئی کے افسانوی دور سے نکال کر ایک منقح اور مستند فن کی حیثیت دے دی، اب دو ہی راہیں ہوسکتی ہیں یا تو اسے کسی خاندان یا بستی کا روایتی قانون قرار دے لیا جائے اور اس کی غیر محدود وسعتوں سے آنکھیں بند کر لی جائیں یا سنت کو حجت تسلیم کر لیا جائے۔

## حدیث دین کی سلامتی اور اتحاد ملت کا ذریعہ ہے

اگر حدیث نبوی سے بے نیاز ہو کر لوگ قرآن حکیم میں غور وخوض کرنے لگے اور آیات کی من مانی تاویلیں کرے تو تفرقہ وانتشار کا وہ سیلاب اٹھے گا کہ امت اس میں غرقاب ہو کر رہ جائے۔ حدیث نبوی اس سیلاب کو روک کر امت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرتی ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت پہلا نزاع رسول اللہ ﷺ کی تدفین کے بارے میں رونما ہوا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انبیاء جہاں فوت ہوتے ہیں ان کو اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے۔'' دوسرا جھگڑا خلافت کے بارے میں پیدا ہوا اور ممکن تھا کہ یہ اختلاف عظیم فتنہ کا موجب بن جاتا مگر جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں پیش کی تو سب لوگوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اسی طرح خلافت صدیقی میں جب فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی وراثت کا مطالبہ کیا اور قریب تھا کہ امت میں فتنہ ہو جاتا اس اختلاف کو ابوبکر صدیق نے حدیث نبوی ''ہم (اگروہ انبیاء) نہ کسی سے ورثہ پاتے ہیں نہ کسی کو وارث بناتے ہیں، ہم جو چیز بھی چھوڑ جائے وہ صدقہ ہے۔'' پڑھ کر سب کو خاموش کر دیا۔

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم انتشار وخلفشار کو دور کر کے امت میں اتحاد پیدا کرتی ہے۔ نیز یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے تنازعات کو احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے حل کرتے تھے، یعنی صحابہ کرام قرآن کی مانند حدیث کو دینی حجت تسلیم کرتے تھے۔

اتحاد پیدا کرتی ہے ۔نیز یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے تنازعات کو احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے حل کرتے تھے،یعنی صحابہ کرام قرآن کی مانند حدیث کو دینی حجت تسلیم کرتے تھے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض عین ہے:

قرآن مجید فرقان حمید میں احادیث کا تذکرہ دو طرح پر ملتا ہے:

۱۔رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت سے الگ مستقل ذکر فرمانا۔

۲۔آیات میں ایسے مقاصد کا ذکر جن کی تکمیل حدیث کے سوا نہ ہو سکے۔

چند آیات ملاحظہ ہوں۔اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:﴿وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''نماز قائم کرنے،زکوۃ ادا کرنے اور رسول اللہ علیہ ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''(النور:۵۶)

مندرجہ بالا آیت قرآنی اس بات کو واضح طور پر بیان کرتی ہے کہ نماز اور زکوۃ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی فرض ہے۔بلکہ رسول علیہ ﷺ کی اطاعت کے بغیر تو نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو پر بھی عمل ممکن نہیں کیونکہ طریقہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ نماز کس طرح سے پڑھنی ہے اور زکوۃ کیسے ادا کرنی ہے،قرآن نے یہ تفصیلات نہیں بتلائیں۔

قرآن اور حدیث تو آپس میں لازم و ملزوم ہیں،۔یاد رکھیے!''حدیث'' ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس کی بنا پر ہم قرآن کے اس حکم ﴿اطیعوا الرسول﴾ رسول کی اطاعت کرو پر عمل کر سکتے ہیں۔

حدیث کا انکار کرنے والا دراصل قرآن کا بھی منکر ہے۔صرف قرآن صرف قرآن کی رٹ لگانے والوں نے شاید قرآن پاک میں کبھی غور و فکر کیا ہی نہیں:

﴿اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ﴾ ''کیا تم میں کوئی عقل مند،ہدایت کا طالب شخص نہیں ہے۔''(ہود:۷۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَمَا ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ﴾(النساء:۶۴)''ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے وہ اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔''

اس آیت میں رسالت کا مقصد حقیقی اطاعت قرار دیا گیا ہے۔اگر کوئی شخص رسالت یا رسول کو تسلیم کرتا ہے لیکن اس کی اطاعت کو ضروری نہیں سمجھتا تو یقین کرنا چاہئے کہ وہ نبوت کی غایت اور اس کے مقصد سے

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی دراصل اللہ کی اطاعت ہے کیونکہ رسول کی ہر بات وحی الٰہی کے تابع ہے۔ پھر رسول کی اطاعت کا حکم بھی خود اللہ ہی نے تو دیا ہے۔

سورۃ الشعراء میں آٹھ مرتبہ یہ فقرہ دہرایا گیا ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ (الشعراء:۱۰۸) ''اللہ سے ڈرو اور میری (یعنی رسول ﷺ) کی اطاعت کرو۔'' گویا اطاعت رسول اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے ہم پایا یہ چیز ہے ظاہر ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت تبھی ممکن ہے جب دل میں اللہ کا ڈر موجود ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ﴾ ''اے مومنو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو (اور اطاعت سے منہ موڑ کر) اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔'' (محمد:۳۳)

سورۂ حشر میں ہے: ﴿وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (الحشر:۷) ''جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اس کے بعد تنبیہ کی ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کیا جائے یعنی اللہ سے ڈرا جائے۔ رسول ﷺ کی اطاعت تو وہی شخص کرے گا جس کے دل میں اللہ کا ڈر موجود ہو۔ جو شخص اللہ سے نہ ڈرے اور وہ اللہ کے حکم (رسول کی اطاعت کرو) سے اعراض کرلے اس کو سخت ترین عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

### حفاظت حدیث کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے لی:

رہا یہ اعتراض کہ حدیثیں ''محفوظ نہیں رہیں'' تو شاید ان معترضین نے اس پر اس سنجیدگی سے غور نہیں کیا کہ قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر:۹) ''ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' اور کون نہیں جانتا کہ قرآن صرف ایسے الفاظ کا نام نہیں جو کوئی معنی نہ رکھتا ہو، تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ قرآن نہ محض الفاظ قرآنی کا نام ہے، نہ صرف معانی قرآن کا، بلکہ دونوں کے مجموعے کو قرآن کہا جاتا ہے، لہٰذا حفاظت قرآن کی جو ذمہ داری اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لی ہے، اس میں جس طرح الفاظ قرآنی کی حفاظت کا وعدہ اور ذمہ داری ہے، اسی طرح معانی اور مضامین قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اللہ ہی نے لی ہے، قرآن کے الفاظ میں نہ کوئی تحریف چل سکتی ہے، نہ معنی میں، جیسا کہ قرآن کریم ہی میں ایک

اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴾ (حم السجدہ:۴۱۔۴۲) ''اور یہ قرآن نادر قرآن ہے یعنی کتاب ہے جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے سے آسکتی ہے (کہ اس کے الفاظ میں ردو بدل کر دیا جائے) اور نہ اس کے پیچھے سے (کہ اس کے معانی میں تحریف کر دی جائے)۔''

اور ظاہر ہے کہ معانی قرآن وہی ہیں جن کی تعلیم دینے کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا تھا ،جیسا کہ پیچھے کی آیات سے واضح ہو چکا ہے۔آپ ﷺ نے امت کو جن افعال واقوال کے ذریعے تعلیم دی ،انھی اقوال وافعال کا نام حدیث ہے،لہٰذا حدیث رسول جو درحقیقت تفسیر قرآن اور معانی قرآن ہے ،ان کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے،پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قرآن کے صرف الفاظ ہی محفوظ رہ جائیں،معانی یعنی احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضائع ہو جائیں؟ جو شخص احادیث رسول ﷺ کو غیر محفوظ کہتا ہے،اسے سوچنا چاہئے کہ وہ درحقیقت غیر شعوری طور پر قرآن کو غیر محفوظ کہہ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق جہاں الفاظ قرآنی یاد رکھنے والے حفاظ ہر زمانے میں پیدا فرمائے،وہاں حدیثوں کو بھی یاد کرنے والے محدثین پیدا فرمادیئے۔

## حفاظت حدیث کے تین طریقے:

احادیث نبویہ کی حفاظت جس جس پہلو سے کی گئی یوں تو اس کی تفصیلات بہت ہیں ،جو علم حدیث اور اس کے متعلقہ فنون ہی کی کتابوں سے معلوم ہو سکتی ہیں ،ان تمہیدی اوراق میں اُن سب کو جمع کرنا پیش نظر نہیں اور ممکن بھی نہیں ،البتہ اس کی حفاظت کے لیے امت نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ بنیادی طور پر تین ہے:

(۱) زبانی یاد کرنا

(۲) عمل ،یعنی زندگی کے ہر شعبے میں احادیث نبویہ پر عمل کا اہتمام

(۳) کتابت

یہ تینوں طریقے عہد رسالت سے آج تک تسلسل کے ساتھ جاری ہیں،جن کا مختصر تعارف یہ ہے:۔

### زبانی یاد کرنا:

عربوں کا حافظہ فطری طور پر نہایت قوی تھا، وہ سینکڑوں اشعار کے قصیدے بسا اوقات ایک ہی مرتبہ سن کر یاد کر لیتے تھے، صحابہ وتابعین اور بعد کے محدثین کی قوت حافظہ کے حیرت انگیز واقعات سیر، فن حدیث اور اسماء الرجال کی کتابوں میں دیکھے جا سکتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور مشہور تابعی قتادہ رحمہ اللہ کے حیرت ناک حافظہ کی بعض مثالیں یہاں بیان کی گئی ہیں۔ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک ارشاد اور ایک ایک واقعے کو سند کے ساتھ اس طرح زبانی یاد کرتے تھے جیسے قرآن شریف یاد کیا جاتا ہے۔ ایک ایک محدث کئی ہزار حدیثیں یاد رکھتا تھا اس طرح حدیثوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے محدثین کرام کو ان سب تفصیلات کا لفظ لفظ یاد کرنا اور دُہرانا پڑتا تھا، اگرچہ سب ہی حضرات اپنی یادداشت کے لیے لکھ بھی لیتے تھے، مگر جب تک وہ زبانی یاد نہ رکھتے، اہل علم کی نگاہوں میں ان کی عزت نہ ہوتی تھی ،او، وہ خود اپنی تحریروں کو عیب کی طرح چھپاتے تھے۔ تا کہ لوگ ایسا نہ سمجھیں کہ ان کو یہ حدیثیں یاد نہیں ہیں مگر جو نقوش لوح قلب پر کندہ ہو جاتے ہیں ان میں ردوبدل ممکن نہیں، چنانچہ محدثین ایک دوسرے کے حافظے کا امتحان مختلف طریقوں سے لیتے رہتے تھے جس کے حافظے میں کمزوری نظر آتی، اس کی روایتوں پر اعتماد نہ کرتے تھے۔

### عمل بالحدیث:

حدیثوں کو صرف زبانی یا تحریری طور پر محفوظ کر لینا ہی کافی نہ سمجھا جاتا تھا، بلکہ پورے اسلامی معاشرے میں حدیثوں پر عمل ہوتا تھا، قرآن کریم کی تفسیر میں ان ہی سے مدد لی جاتی تھی بعض صحابہ بسا اوقات اپنے شاگردوں کو دکھا کر کوئی کام مثلاً وضوء وغیرہ کرتے اور پھر فرماتے کہ میں نے رسول اللہ ؐ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے تابعین انھی مقدس نمونوں کو دیکھ دیکھ کر اپنی سیرتیں تعمیر کر رہے تھے، عقائد وعبادات، نکاح وطلاق، تجارت ومعیشت، محنت ومزدوری، اخلاق ومعاشرت، سیاسی معاملات، دوسری قوموں سے تعلقات ومعاہدات صلح وجنگ وغیرہ سب انھیں احادیث کی روشنی میں طے پاتے تھے، صحابہ کرام اور بعد کے محدثین نے احادیث کی تعلیمات کو طوطے کی طرح نہیں رٹا تھا، بلکہ ان کی عملی تربیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے، صحابہ سے تابعین نے، اور تابعین سے تبع تابعین نے حاصل کر کے ان پر اپنے پورے نظام زندگی کی تعمیر کی تھی اور زندگی کے ہر شعبے میں ان تعلیمات کو رچا بسا یا تھا۔

## کتابت:

زیر نظر کتاب دراصل اسی تیسرے طریقے کی کڑی ہے جس سے یہ حقیقت واشگاف ہوکر سامنے آئے گی کہ تحفظ حدیث کے لئے کتابت کو اسلام کی پہلی دوصدیوں میں بھی بڑے پیمانے پر حیرت ناک تسلسل اور بڑے اہتمام کے ساتھ استعمال کیا جاتا رہا، اور احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قلم بند کرادیا تھا، لیکن اتنی بات بلاشبہ درست ہے کہ یہ طریقہ پچھلے دوطریقوں کے مقابلے میں کم استعمال ہوا، جس کی بنیادی اسباب یہ ہیں:

(۱)۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع زمانے میں قرآن کے علاوہ کچھ اور لکھنے سے منع فرمادیا تھا، اس ممانعت کی حقیقت کیا تھی؟ اس کی تفصیل تو آگے اپنے مقام پر آئے گی، یہاں اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ یہ ممانعت اگرچہ کتابت حدیث کی ہر صورت کے لیے عام نہ تھی، اور بعد میں رسول اللہ ﷺ نے اس ممانعت کو منسوخ بھی فرمادیا تھا، مگر بہت سے صحابہ جنہیں شاید منسوخی کا علم نہ ہوا تھا، حدیثیں قلم بند کرنے سے اخیر دم تک احتیاط برتتے رہے۔

(۲)۔بہت سے صحابہ وتابعین کو ڈر تھا کہ احادیث کے قلم بند ہوجانے کے بعد لوگ انھیں حفظ کرنے اور زبانی یاد کرنے کی محنت سے جی چرائیں گے اور کتابت پر بھروسہ کرکے بیٹھ جائیں گے۔

(۳)۔ان حضرات کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ حدیثوں کے تحریری مجموعے ہاتھ میں لے کر جاہل اور نااہل لوگ بھی عالم بننے کا دعوی کربیٹھیں گے، اور روایت حدیث میں جس تیقظ اور احتیاط کی ضرورت ہے، اسے نظر انداز کرکے عوام کی گمراہی کا سبب بنیں گے۔

(۴)۔اللہ تعالی نے عرب کو غیر معمولی حافظے اور زبانی یادداشت کا ملکہ عطا فرمایا تھے، اس لیے خیال کرتے تھے اور کوئی چیز قلم بند بھی کرلیتے تو اسے عیب کی طرح چھپائے رکھتے تھے۔

ان اسباب کی بنا پر حفاظت حدیث کے کام میں تحریر وکتابت کا استعمال نسبتاً کم ضرور ہوا لیکن یہ کم بھی کتنا زیادہ تھا؟ آگے میں نے اس کی تفصیلات کو سمیٹنے کی حقیری کوشش کی ہے!

## کتابت کے بارے میں اسلام کی روش:

لیکن اسی رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا جو دین پیش کیا، اس نے پہلے دن سے لکھنے

پڑھنے کی نہ صرف ترغیب دی بلکہ ایسا ماحول پیدا کر دیا کہ یہی غیر متمدن قوم دیکھتے ہی دیکھتے اقوام عالم کے معلم بن گئے۔

تحریر و کتابت کے سلسلے میں اسلام نے جو روش اختیار کی، اس کا کچھ اندازہ آنے والی سطور سے ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سب سے پہلے جو وحی سنائی وہ پڑھنے کے حکم اور لکھنے کی تعریف پر مشتمل تھی:۔﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ٥ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ٥ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ﴾ ''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے، پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے علم سکھایا قلم کے ذریعے سے سکھایا آدمی کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔'' (العلق:۱۔۳)

یہی نہیں، بلکہ تلاوت کی جانے والی وحی کا نام قران ہی ہے (پڑھی جانے والی چیز) اور کتاب (لکھی جانے والی چیز) قرار دیا۔ قرآن نے اپنے یہ دونوں نام خود ہی کئی جگہ بتایا ہے۔ قرآن کی سب سے بڑی آیت ہے جس میں یہ حکم بڑی تاکید سے دیا گیا ہے کہ جب تم آپس میں قرض اور ادھار کے معاملات کرو تو ان کو لکھ لیا کرو۔﴿یا ایھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل ......................﴾ ''اے ایمان والو! جب تم آپس میں معاملہ کرو اُدھار کا، مقررہ وقت تک تو اس کو لکھ لیا کرو، اور چاہیے کہ لکھ دے تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف سے، اور انکار نہ کرے لکھنے والا لکھنے سے جیسا سکھایا اس کو اللہ نے پس اس کو چاہئے کہ وہ لکھ دے، اور جس پر قرض ہے، وہ املا کرا دے۔''

## عہد رسالت میں کتابت حدیث:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث کی نہ صرف اجازت دی بلکہ آپ ﷺ صحابہ کرام کو اس کی ترغیب دیا کرتے تھے اور متعدد صحابہ کرام نہایت ہی اہتمام سے احادیث لکھا کرتے تھے۔

ایسی احادیث بھی دس بیس نہیں، سینکڑوں ملتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی نگرانی میں حدیثیں لکھوائیں، خود املا کرایا یا لکھی ہوئی احادیث کسی صحابی نے سنائیں تو ان کی توثیق فرمائی، کچھ اندازہ ان مثالوں سے ہوگا۔

## کتابت حدیث کا حکم اور اس کے نتائج:

(۱) جامع الترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ سے حدیث سنتا ہوں وہ مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے، لیکن بھول جاتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو یعنی لکھ لیا کرو اور اپنے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا۔

(۲) آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے بھی احادیث لکھنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرما دی۔

روایت سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے جو احادیث لکھی تھی ان کی قلمی نقلوں کا سلسلہ بھی جاری رہا ہے، چنانچہ حضرت سلمٰی کا بیان ہے کہ۔ رایت عبد اللہ بن عباس معه الواح یکتب علیها عن ابی رافع شیئاً من فعل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔ ''میں نے عبداللہ بن عباس کو دیکھا کہ ان کے پاس کچھ تختیاں ہیں جن پر وہ رسول اللہ ﷺ کے کچھ افعال ابورافع سے نقل کر رہے تھے۔''

پھر ابن عباس کے بارے میں بھی برابر یہ ذکر ملتا ہے کہ انھوں نے اپنی وفات کے وقت اتنی تالیفات چھوڑیں کہ ایک اونٹ پر لادی جا سکتی تھیں اور ان کے صاحبزادے علی بن عبد اللہ نے ان کو کتابوں کی نقلیں تیار کرائی تھیں۔ (ترمذی، مسلم)

(۳) بخاری و ترمذی کی روایت ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی حقوق وغیرہ کے اہم مسائل پر خطبہ دیا، حاضرین میں سے ایک یمنی شخص ابوشاہ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ یہ مجھے لکھ دیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ یہ خطبہ ابوشاہ کے لیے قلمبند کردو۔

یہ تو وہ مثالیں تھیں، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض خاص صحابہ کرام کو احادیث لکھنے کی اجازت یا حکم دیا، مگر بات اتنی ہی نہیں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپ سے بہت سی باتیں سنتے ہیں تو کیا ہم انھیں لکھ لیا کریں؟ تو فرمایا لکھ لیا کرو، کوئی حرج نہیں۔ (تدریب الراوی والمحدث الفاصل: ص:۲۸۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم کو لکھ کر محفوظ کر لو۔

ان حدیثوں میں کتابت حدیث کا حکم کسی خاص فرد کے لئے نہیں بلکہ صحابہ کرام کے لئے عام ہے۔

**نتائج:**

صحابہ کرام کے علمی ذوق وشوق اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب و ہمت افزائی کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نبی ﷺ کی احادیث بروقت لکھ لیا کرتی تھی۔

عہد صحابہ میں کتابتِ حدیث:

عہد صحابہ میں تحریر وکتابت کو جو وسعت اور ترقی حاصل ہوئی، خصوصا احادیث نبویہ ﷺ کی تألیف وکتابت کے میدان میں جو عظیم کارنامے اس دور میں انجام دیے گئے وہ بھی درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اس تعلیمی سیاست کا نتیجہ تھا، جس کی ایک جھلک پچھلے اوراق میں قارئین کے سامنے آئی ہے

عہد صحابہ میں احادیث کی اکادکا تحریروں اور چھوٹے چھوٹے صحیفوں کے علاوہ بہت سی ضخیم کتابیں تالیف ہوئیں، خطوط کے ذریعے روایت حدیث کا طریقہ بھی کافی رائج ہوا، اور صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد ان تحریری خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی رہی۔

اس مختصر مقالے میں تفصیل کی تو گنجائش نہیں، البتہ متعدد صحابۂ کرام کی جو کتابی خدمات معمولی جستجو سے سامنے آگئیں، ان کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے:

## عہد نبوی اور عہد صحابہ (۱۱۰ھ ہجری تک)

### کتابت وتدوین حدیث:

**۱۔ کتاب الصدقة:**

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں سرکاری حکام کو بھیجنے کے لئے ''کتاب الصدقہ'' تحریر کروائی جس میں جانوروں کی زکوٰۃ کے مسائل بھی تھے۔ (ترمذی)

**۲۔ صحيفة عمرو بن حزم رضي الله عنه**

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے گورنر عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو ایک صحیفہ لکھوا کر ارسال فرمایا جس میں تلاوت قرآن، نماز، زکوٰۃ، طلاق، عتاق (غلام آزاد کرنا)، قصاص، دیت نیز فرائض وسنن اور کبیرہ گناہوں کی تفصیل درج تھی۔ (احمد، ابوداؤد، نسائی، دارقطنی، دارمی، حاکم)

### ۳. صحیفة علی رضی الله عنه

رسول ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو ایک صحیفہ لکھوا کر عطا فرمایا تھا جس کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''واللہ! ہمارے پاس لکھنے پڑھنے کی کوئی کتاب نہیں سوائے اللہ کی کتاب اور اس صحیفہ کے مجھے یہ صحیفہ رسول اللہؐ نے عطا فرمایا (احمد) جس میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہیں۔ (مسلم)

### ۴۔ صحیفة وائل بن حجر رضی الله عنه

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اپنے وطن عزیز حضر موت جانے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے نماز، روزہ، زکوۃ، نکاح، سود اور شراب وغیرہ کے مسائل پر مشتمل صحیفہ تیار کروا کر عنایت فرمایا (طبرانی)

### ۵. صحیفة سعد بن عباده رضی الله عنه

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سن کر یہ صحیفہ مرتب کیا تھا۔ (ترمذی)

### ۶۔ صحیفة سمره بن جندب رضی الله عنه

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے یہ صحیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی مرتب فرمایا جو بعد میں ان کے بیٹے سلیمان کے حصہ میں آیا۔ (تہذیب جلد:۴)

### ۷. صحیفة جابر بن عبد الله رضی الله عنه

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا مرتب کردہ یہ صحیفہ مناسک حج کی احادیث پر مشتمل تھا۔ (مسلم)

### ۸. صحیفة انس بن مالک رضی الله عنه

رسول ﷺ کے خادم خاص انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے خود احادیث سنی اور لکھی پھر رسول اللہ کو سنا کر ان کی تصدیق بھی کروائی۔ (حاکم)

### ۹. صحیفة عبد الله بن عباس رضی الله عنه

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس احادیث پر مشتمل کئی کتب تھیں (ترمذی) جب عبداللہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ان کے پاس ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر کتب تھیں۔ (ابن مسعود)

### ۱۰. صحیفة صادقه

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے پاس احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ تھا جس کے بارے میں وہ خود فرمایا کرتے تھے ''صادقہ وہ کتاب ہے جسے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سن کر لکھا ہے۔ (دارمی)

### ۱۱. صحیفة ابوبکر بن صدیق رضی الله عنه

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا لکھا ہوا مجموعہ احادیث تھا، جس میں پانچ سو احادیث مرقوم تھیں (تذکرۃ الحفاظ)

### ۱۲. صحیفة عمر بن خطاب رضی الله عنه

خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صحیفہ میں صدقات وزکوٰۃ کے احکامات درج تھے، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ کتاب خود پڑھی تھی۔

(مؤطا امام مالک)

### ۱۳. صحیفة زید بن ثابت رضی الله عنه

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین امیر معاویہ کو وراثت پر ایک طویل تحریر لکھ کر دی تھی، یہ اس قدر جامع تھی کہ اس کے ہوتے ہوئے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک اس موضوع پر دیگر کسی کتاب کی حاجت نہیں۔ (بیہقی)

### ۱۴. صحیفة عبد الله بن مسعود رضی الله عنه

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن حلفاً فرمایا کرتے تھے کہ یہ صحیفہ ان کے والد نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ (آئینہ پرویزیت)

### ۱۵. صحیفة عثمان

اس صحیفہ میں زکوٰۃ کے جملہ احکام درج تھے۔ (بخاری)

### ۱۶. خطبة فتح مکه

ایک یمنی باشندے ابوشاہ کی درخواست پر رسول اللہ ﷺ سے اپنا مفصل خطبہ قلمبند کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری)

## ۱۷. مسند ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ

اس کے نسخے عہد صحابہ ہی میں لکھے گئے ،اس کی ایک نقل عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے والد عبدالعزیز بن مروان رحمہ اللہ گورنر مصر (وفات ۸۶ ہجری ) کے پاس موجود تھی ۔(بخاری)

## ۱۸. روایات عائشة الصدیقه رضی اللہ عنہا

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ان کے شاگرد عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے قلمبند کی ۔
(دیباچہ انتخاب حدیث)

## ۱۹. صحیفة صحیحة

یہ صحیحہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد عزیز ہمام بن منبہ کو املا کرایا،اس میں ۱۳۸ احادیث ہیں جن کا زیادہ تر تعلق اخلاقیات سے ہے ۔ یہ صحیفہ ہندو پاک میں شائع ہو چکا ہے،یاد رہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۵۹ ہجری میں ہوئی ۔جس کا مطلب ہے کہ یہ گراں قدر تاریخی تالیف عہد صحابہ کی مایہ ناز یادگار ہے ۔،اس صحیفہ کا ایک نسخہ جو چھٹی صدی میں لکھا گیا تھا نامور محقق مرحوم ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آبادی رحمہ اللہ نے دمشق کے مکتبہ ظاہریہ سے دریافت کیا، جب کہ اس صحیفہ کا دوسرا نسخہ جو بارہویں صدی میں لکھا گیا تھا ۔موصوف ہی نے برلن لائبریری سے دریافت کیا ۔ دونوں نسخوں کی تمام احادیث میں سراسر فرق نہیں ۔صحیفہ صحیحہ جسے صحیفہ ہمام بن منبہ بھی کہا جاتا ہے،کی تمام احادیث نہ صرف مسند احمد میں حرف بحرف موجود ہیں بلکہ تمام احادیث صحاح ستہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ملتی ہے، گویا ''صحیفہ صحیحہ'' اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ احادیث عہد نبوی علیہ السلام اور عہد صحابہ میں لکھی جاتی تھیں نیز صحیفہ صحیحہ کی تمام احادیث کا مسند احمد اور کتب ستہ کی کتابوں میں من وعن الفاظ کے ساتھ موجود ہونا احادیث کی صحت کا بہت بڑا ثبوت ہے ۔(اتباع سنت کے مسائل)

## ۲۰. صحیفة بشیر بن نهیک رحمہ اللہ

یہ صحیفہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ایک دوسرے شاگرد بشیر بن نہیک نے مرتب کیا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سنا کر اس کی تصدیق کرائی ۔

## ۲۱. مکتوبات نافع رضی اللہ عنہ

یہ مکتوبات عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے املا کروائے اور نافع رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا (دارمی) اسی طرح عبداللہ بن ربیعہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے احادیث جمع کی اور مجموعے مرتب کیا ۔

## خطوط وثائق

احادیث کے باقاعدہ کتابی ذخیروں کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے تحریر کروائے ہوئے خطوط وثائق کی تعداد سینکڑوں میں ہے، جس میں سے چند ایک یہ ہیں:

### دستوری معاہدہ:

- ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھتے ہیں آپ ﷺ نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے حقوق وفرائض پر مشتمل ۵۳ دفعات کا ایک دستوری معاہدہ کیا، جسے تحریر کروایا گیا۔ (ابن ہشام)
- مختلف قبائل کے نام دیت کے مسائل لکھوا کر ارسال فرمائے (مسلم)
- صلح حدیبیہ کی شرائط لکھوا کر آپ ﷺ نے سہیل بن عمرو کو دی تھی اور ایک نقل اپنے پاس رکھی تھی ۔ (طبقات ابن سعد)
- ہجرت کے ابتدائی زمانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مردم شماری کرائی آپ ﷺ کے الفاظ ہیں ''مجھے ان لوگوں کے نام لکھ دو جو اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔'' (اسلامی نظریہ حیات از خورشید احمد)
- صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قیصر وکسریٰ ومقوقس اور نجاشی کے علاوہ بحرین، عمان، دمشق ، یمامہ، نجد، دومۃ الجندل اور قبیلہ حمیر کے حاکموں کو دعوتی خطوط ارسال فرمائے۔
- دوران ہجرت سراقہ بن مالک کو پروانہ امن لکھوا کر دیا (ابن ہشام)
- اپنے غلام رافع رضی اللہ عنہ اور علائی رضی اللہ عنہ کو آزاد کرتے وقت تحریری پروانہ آزادی عنایت فرمایا۔ (مسند احمد)
- ایک لشکر کو جنگ پر روانہ فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے لشکر کے امیر کو خط لکھوا کر دیا اور فرمایا ''فلاں جگہ پر پہنچے سے پہلے اسے نہ پڑھا جائے۔ اس مقام پر پہنچ کر لشکر کے امیر نے خط کھولا اور لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پڑھ کر سنایا (بخاری)
- سنہ ا ہجری قبیلہ جہینہ سے حلیفی کا معاہدہ اور بنی صفرہ سے معاہدہ کا مخطوطہ اب تک ملتا ہے۔ سنہ ۲ ہجری میں قبیلہ بنوضمرہ ۵ ہجری میں فرازہ اور بنی عظفان، ۶ ہجری میں قریش مکہ اور ۹ ہجری میں اکیدر بن عبد الملک سے تحریری معاہدہ کیے گئے۔

۞ انتظامی ضرورتوں کے پیش نظر اکثر مواقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ نمائے عرب کے اطراف واکناف میں اپنے گورنروں اور قاضیوں وغیرھم کو وقتاً فوقتاً جو ہدایات وفرامین تحریری صورت میں روانہ کیے، تاریخ میں محفوظ ہیں۔ خطوط پر ثبت کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مہر تیار کرانا بھی معروف واقعہ ہے۔

۞ یہود خیبر کو ایک صحابی کے قتل کرنے پر دیت ادا کرنے کا تحریری حکم جاری فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

۞ گورنر یمن معاذ رضی اللہ عنہ کے لڑکے کی وفات پر تحریری تعزیت نامہ ارسال فرمایا۔ (مستدرک حاکم)

۞ ثمامہ رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کے لئے غلہ کی ترسیل نہ روکنے کی تحریری ہدایت جاری فرمائی۔ (فتح الباری)

۞ بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کو جبل قدس کے دامن میں جگہ دینے کے لئے تحریری حکم نامہ جاری فرمایا۔ (ابوداؤد)

۞ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ کے احکام ومسائل لکھوا کر زکوۃ فراہم کرنے والے اعمال کو بھیجے تھے۔ یہ احکام ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کے پاس تحریری شکل میں موجود تھے۔ (دارقطنی کتاب الزکاۃ)

## عہد تابعین (۱۸۱ ہجری تک) کتابت وتدوین حدیث

۞ عہد تابعین میں ائمہ حدیث کی ایک ایسی جماعت تیار ہوگئی جس نے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں لکھی اور جمع کی گئی احادیث کے ساتھ ساتھ دوسری احادیث بھی شامل کر کے احادیث کے ضخیم مجموعے تیار کر دیے۔ اس دور کی چند تحریری کاوش درج ذیل ہیں۔

۞ عروہ رحمہ اللہ نے غزوات کے بارے میں احادیث کا مجموعہ مرتب کیا۔ (تہذیب التہذیب)

۞ طاؤس رحمہ اللہ نے دیت کے بارے میں احادیث جمع کئے۔ (بیہقی)

۞ خالد بن معدان الکلاعی رحمہ اللہ نے مختلف احادیث جمع کی۔ (تذکرۃ الحفاظ)

۞ وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا۔

(تہذیب التہذیب)

۞ ابوالزناد رحمہ اللہ نے اپنے استاد سے حلال وحرام کے متعلق تمام احادیث تحریر کی۔

(جامع بیان العلم وفضلہ)

۞ امام مالک رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۹ ہجری) نے حدیث شریف کا مستند مجموعہ ''مؤطا امام مالک'' کے نام سے مرتب کیا جسے کتب احادیث میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ (اس کتاب کو ......ابواب کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا)

❁ محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے زمانۂ طالب علمی میں سنن و آثار صحابہ قلمبند کیا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ)

## تدوین حدیث میں عمر بن عبدالعزیز کا کردار

❁ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اپنے عہد خلافت (صفر ۹۹ ہجری تا رجب ۱۰۱ ہجری) میں تدوین حدیث کے لئے حکومتی سطح پر اہتمام فرمایا۔ اس مقصد کے لئے اسلامی مملکت کے تمام ماہر محدثین کو احادیث کی جمع وتدوین کا فرمان جاری کیا، پس اس حکم کی تعمیل میں کوفہ کے امام شعبی مدینہ کے امام زہری اور شام کے امام مکحول کی تصانیف وجود میں آئیں جو اسی عہد خلافت کی یادگار ہیں۔

❁ ابوبکر حزمی رحمہ اللہ (ابن محمد بن عمرو بن حزم انصاری۔ امیر مدینہ متوفی ۱۲۰ ہجری) نے بھی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی ترغیب سے حدیث کی کتابیں تالیف کی تھیں (بخاری)

❁ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے رسول اللہ ﷺ کی لکھوائی ہوئی کتاب ''الصدقۃ'' نقل کرا کے تمام اطراف میں بھیجی۔ (فتح الباری)

اس عہد مبارک میں تدوین حدیث پر کام کرنے والے دوسرے محدثین کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ عبدالعزیز بن جریج البصری رحمہ اللہ مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھے ۱۵۰ ہجری میں وفات پائی۔

۲۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں رہائش پذیر تھے ۱۵۱ ہجری میں وفات پائی۔

۳۔ سعید بن راشد رحمہ اللہ یمن میں رہائش پذیر تھے۔ ۱۵۳ ہجری میں وفات پائی۔

۴۔ سعید بن عروبہ رحمہ اللہ بصرہ میں رہائش پذیر تھے۔ ۱۶۵ ہجری میں وفات پائی۔

۵۔ امام عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی رحمہ اللہ شام میں رہائش پذیر تھے۔ ۱۵۷ ہجری میں وفات پائی۔

۶۔ محمد بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ مدینہ میں رہائش پذیر تھے۔ ۱۵۸ ہجری میں وفات پائی۔

۷۔ ربیع بن صبیح رحمہ اللہ بصرہ میں رہائش پذیر تھے ۱۲۰ ہجری میں وفات پائی۔

❁ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ و جامع ابن المبارک رحمہ اللہ و جامع امام اوزاعی رحمہ اللہ و جامع ابن جریج جیسی بلند پایہ کتب اسی احادیث اسی عہد میں لکھی گئیں۔

۸۔ امام سفیان ثوری بصرہ میں رہائش پذیر فرماے تھے۔ ۱۶۱ ہجری میں وفات پائی۔

۹۔ حماد بن ابی سلمہ رحمہ اللہ بصرہ میں رہائش پذیر تھے وہیں ۱۶۸ ہجری میں وفات پائی۔

## دوسری صدی ہجری میں تدوین حدیث

پھر عہد صحابہ کے بعد دوسری صدی ہجری میں کتابت وتدوین حدیث کے میدان میں جو وسیع پیمانے پر کام ہوا اس کا دائرہ تو بہت پھیلا ہوا ہے اس لیے ہم یہاں صرف چند مشہور کتابوں کے نام لکھتے ہیں جو دوسری صدی میں تالیف ہوئیں ساتھ ہی ان کے مصنفین کے اسمائے گرامی اور تاریخ وفات بھی درج کی جائے گی۔

پہلی صدی اور دوسری صدی کے کارناموں میں یہ فرق ہے کہ پہلی صدی کی کتابوں میں عموماً کوئی خاص ترتیب لکھنے والوں نے قائم نہیں کی تھی انھوں نے احادیث کو صرف جمع کیا تھا، اور دوسری صدی کی کتابوں میں احادیث کو مرتب کیا گیا ہے۔ اور تیسری صدی میں یہ ترتیب وتدوین اپنے عروج پر جا پہنچی، جب کہ مسند احمد اور صحاح ستہ وغیرہ کتابیں تالیف ہوئیں اور حدیث سے متعلق جملہ علوم وفنون پر کتابیں لکھی گئیں۔ کسی مؤلف نے ترتیب کا ایک اندازہ اختیار کیا، انداز ترتیب کے اسی اختلاف سے کتب حدیث کی بہت سی قسمیں وجود میں آگئیں جن کی تفصیل الرسالہ المستطرفۃ اور بستان المحدثین وغیرہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

## دوسری صدی کی چند تالیفات

(۱) کتاب السیرۃ: یہ ابن شہاب زہری (۱۲۳ھ یا ۱۲۴ھ یا ۱۲۵ھ) کی تالیف ہے، سیرت نبوی پر یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔

(۲) مغازی موسیٰ بن عقبہ: یہ حضرت موسیٰ بن عقبہ ۱۴۲ھ کی تالیف ہے، آپ ﷺ کے غزوات کا مستند بیان ہے۔

(۳) کتاب الآثار: یہ کتاب امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ امام شعبی رحمہ اللہ کی تالیف کے بعد سب سے پہلی کتاب ہے جس میں حدیثیں فقہی ابواب پر مرتب کی گئیں۔

(۴) سنن ابن جریج: مشہور امام ابن جریج رومی رحمہ اللہ متوفی (۱۵۰ھ یا ۱۵۱ھ کی تالیف ہے، اس میں بھی حدیثیں فقہی ابواب پر مرتب کی گئی ہیں۔

(۵) السیرۃ: یہ ابوبکر محمد بن اسحاق ۱۵۱ھ یا ۱۵۲ھ کی تالیف ہے اور سیرۃ ابن ہشام کا ماخذ یہی کتاب ہے۔

(۶) مصنف حماد: یہ حضرت حماد بن سلمہ رحمہ اللہ ۱۶۷ھ کی تالیف ہے، یہ بھی فقہی ابواب پر مرتب ہے۔

(۷) الموطا: یہ امام مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ) کی مشہور و معروف کتاب ہے، جس کے درس و تدریس کا سلسلہ آج بھی دینی مدارس میں جاری ہے صحیح بخاری سے پہلے اسی کو قرآن کے بعد صحیح ترین کتاب سمجھا جاتا تھا۔

دوسری صدی میں اور بھی کئی کتابیں تالیف ہوئیں، جن کا ذکر اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔

## عہد تابعین کے بعد!

عہد تابعین کے بعد (۱۸۱ہجری تک) میں تدوین حدیث کی ان آفرین کوششوں کے بعد یہ کام اس قدر تیزی سے ہوا کہ تیسری صدی میں صرف "مسند" کی طرز پر مرتب کی گئی کتب کی تعداد سو سے زائد ہے۔

## صحیحین و سنن اربعہ کے مدونین

**الجامع الصحیح البخاری**: امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ علیہ (۱۹۴ تا ۲۵۶ ہجری)

**الجامع الصحیح**: امام مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری رحمہ اللہ علیہ (ف ۲۶۱ ہجری)

**جامع الترمذی**: امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ علیہ (ف ۲۷۹ ہجری)

**سنن ابی داؤد**: امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث رحمہ اللہ علیہ (ف ۲۷۵ ہجری)

**سنن النسائی**: امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن علی النسائی رحمہ اللہ علیہ (ف ۳۰۳ ہجری)

**سنن ابن ماجه**: امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی رحمہ اللہ علیہ (ف ۲۷۳ ہجری)

**سنن الدارمی**: بعض علماء سنن ابن ماجہ کی بجائے سنن الدارمی کو صحاح ستہ میں شامل کرتے ہیں، یہ ایک مختصر مجموعہ احادیث ہے۔ اس کے مؤلف امام عبداللہ الدارمی ہے جن کی (وفات ۲۵۵ ہجری میں ہوئی)

بعض محدثین مثلاً شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ علیہ سنن ابن ماجہ کی جگہ "موطا امام مالک" کو صحاح ستہ میں شمار کرتے ہیں

# فتنۂ انکار حدیث

اس پر فتن دور میں بہت سے ایسے افکار ونظریات کا پرچار ہو رہا ہے جن کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر اس قسم کے نظریات کو اپنا لیا جائے تو اسلام کا چہرہ ہی مسخ ہو کر رہ جائے گا ، ان گمراہ کن افکار میں سے ایک فتنہ انکار حدیث ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے واضح الفاظ میں ایسے مؤثر اسلوب سے نشاندہی فرمائی تھی کہ اسے پہچاننے میں کوئی دشواری پیدا نہیں آسکتی ، ان فتنہ گر، روشن خیال متجددین کے نزدیک حدیث پاک کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ وہ اسے قدیم تاریخی بلکہ عجمی سازش کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ دیگر الفاظ میں یہ گروہ سنت کا دامن چھوڑ کر صرف قرآن سے وابستہ ہونے کا دل فریب جھانسہ دے رہا ہے اور اپنے خود ساختہ افکار امت میں پھیلانا چاہتا ہے، حالانکہ دین اسلام کی صحیح تصویر قرآن اور حدیث دونوں سے مل کر ہی تیار ہوتی ہے، جو ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہتے ہیں، اس طور پر کہ ایک کو مانیں اور دوسرے کا انکار کریں، تو وہ صراط مستقیم سے بہت دور ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ اسلام میں جتنے بھی غلط افکار کے حامل فرقے پیدا ہوئے ، ان کی گمراہی یہی تھی کہ انھوں نے قرآن کو حدیث سے یا حدیث کو قرآن سے علیحدہ کرنا چاہا، خوارج کی گمراہی اس کے علاوہ کچھ نہ تھی کہ انھوں نے قرآن کو مانا اور حدیث سے روگردانی کی ، معتزلہ کا بھی یہی قصور تھا کہ انھوں نے قرآنی آیات میں دور از کار تاویلات کا سہارا لے کر احادیث سے اعراض کیا، پھر اس کے نتیجے میں یہ فرقے مدتوں گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتے رہے ، فتنہ انکار حدیث کے یہی بانی ہیں، لیکن پرانے منکرین حدیث اور دور حاضر کے استشراق زدہ متجددین میں نمایاں فرق یہ ہے کہ قدیم منکرین فلسفے کی بھول بھلیوں سے مرعوب ہو کر حدیث کا انکار تو کرتے تھے لیکن ان کا مذاق اڑانے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔ اس کے برعکس موجودہ منکرین حدیث نہ صرف احادیث کا انکار کرتے ہیں بلکہ ان سے تمسخر بھی کرتے ہیں، اس لئے دور حاضر کا فتنۂ انکار حدیث زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس فتنہ کی طرف بایں الفاظ اشارہ فرمایا تھا:

"الا انی أو تیت الکتاب ومثلہ معہ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم

بهذا القرآن فما وجدتم فيه من حلال فاحلوه وما وجدتم فيه من حرام فحرموه , الا لا يحل لكم الحمار الأهلي ولا كل ذى ناب من السبع ‘‘

خبردار ! مجھے قرآن مجید اور اس طرح کی ایک اور چیز دی گئی ہے خبردار! قریب ہے کہ ایک آسودہ حال آدمی اپنی مسند پر بیٹھ کر یہ کہے کہ تم قرآن کو لازم پکڑو اس میں جو حلال ہے اسے حلال خیال کرو اور اس میں جو حرام ہے اسے حرام قرار دو، خبردار! میں تمہارے لئے پالتو گدھوں کو حرام کرتا ہوں اور ہر کچلی والے درندے کو حرام کرتا ہوں‘‘ (جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔)’’سنن ابی داود، السنہ، باب فی لزوم السنہ، حدیث :4604،،ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

’’ ان ما حرم رسول الله ﷺ كما حرم الله‘‘

بلاشبہ اللہ کے رسول نے جو چیزیں حرام کیا ہیں اس طرح اللہ نے حرام کیا ہے۔( جامع الترمذی، العلم ،باب ما نهى عنه ان يقال عند حديث رسول الله ﷺ،حديث :2664 .)

اس حدیث کی روشنی میں منکرین حدیث کی تاریخی سرگزشت کچھ یوں ہے:

خوارج نے فضائل اہل بیت کے متعلق احادیث کا انکار کیا۔ان کے برعکس روافض نے دیگر صحابہ کے فضائل ومناقب پر مشتمل احادیث سے روگردانی کی ،معتزلہ اور جہمیہ نے احادیث صفات باری تعالیٰ سے پہلو تہی کی ،متاخرین فقہائے حنفیہ میں سے چند حضرات نے ایسی احادیث سے انکار کر دیا جو بزعم خویش غیر فقیہ راویوں سے مروی تھیں اور ان پر اپنے ہاں قیاس کو ترجیح دی۔ متکلمین کی ایک جماعت نے حجیت خبر واحد کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ برصغیر میں سرسید اور مولوی چراغ دین نے ایسی احادیث کو رد کر دیا جو ان کی عقل عیار کے خلاف تھیں،عبداللہ چکڑالوی اور حشمت علی لاہوری نے مطلق طور پر احادیث کو مسترد کر دیا۔احمد علی امرتسری اور غلام احمد پرویز کے نزدیک احادیث ایک کھیل اور بازیچہء اطفال کی حیثیت رکھتی ہیں،ان کے نزدیک اسلام ایک ایسے نظریے کا نام ہے جو حالات کے پیش نظر ہر وقت بدلا جا سکتا ہے،ان کے خیال میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت آپ ﷺ کی زندگی تک محض ’’مرکز ملت،، ہونے کی وجہ سے تھی جس کی پابندی آج غیر ضروری ہے۔فکر فراہی کے حاملین مولانا امین احسن اصلاحی اور استشراق زدہ نوجوان جنھوں نے حدیث وسنت کے درمیان فرق کا شاخسانہ کھڑا کر کے احادیث کے ایک بڑے حصے کو نہ صرف نظر انداز کر دیا ہے بلکہ اپنے مزعومہ نظریات کے پیش نظر متواتر روایات حدیث کا بھی عملی طور پر انکار کر دیا ہے، علاوہ ازیں ان کی موشگافیاں حدیث کے استخفاف اور محدثین کی بے مثال کاوشوں کی نفی پر مبنی ہیں۔

## انکار حدیث کے اسباب

فتنۂ انکار حدیث کے پس منظر میں کون سے عوامل کارفرما ہیں؟ ہمارے مطالعے کی حد تک اس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

**فلسفہ سے مرعوبیت:** جب مغربی تہذیب کے حاملین نے اسلام کی زبردست مقبولیت کو روکنے کے لئے "جدید فلسفہ" کے نام سے سنت وحدیث پر فکری حملے شروع کیا تو ان کا جواب دینے کے بجائے بعض نادان دوست اپنا ایمان و یقین بھی کھو بیٹھے، انھوں نے مغربی فلسفے سے مرعوب ہو کر نہ جانے دین اسلام میں کتنے احکام و مسائل پر خلاف عقل ہونے کا دھبہ لگا دیا' حالانکہ اسلامی ورثے کے حاملین محدثین کرام صدیوں پہلے اس مزعومہ فلسفہ کا پردہ چاک کر چکے تھے۔

**اتباع نفس:۔** آج تہذیب وثقافت کے نام پر نفسانی خواہشات کی پراگندگی پھیلتی جارہی ہے۔ اس کے نتیجے میں بے شمار احکام قرآن جن کی تشریح رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول وعمل سے کی تھی' انھیں نا قابل برداشت سمجھ کر ان سے گریز کیا جارہا ہے۔ ایسے حالات میں اپنے نفس کو لگام دینے کے بجائے یہ محاذ کھول دیا گیا ہے کہ احادیث کا پلندہ من گھڑت ہے' ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔

**قوت فیصلہ کا فقدان:** جب اللہ کی رحمت انسان کے شامل حال ہو تو اس کے لئے حق و باطل میں تمیز کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے' یہ عقلمندی نہیں ہے کہ مچھلی میں کانٹے اور گوشت میں ہڈی دیکھ کر مچھلی اور گوشت کو بھی پھینک دیا جائے۔ ہمارے یہاں منکرین حدیث نے جب دیکھا کہ ذخیرۂ احادیث میں کچھ خود ساختہ احادیث بھی موجود ہیں تو انھوں نے تمام احادیث پر بد اعتمادی کا اظہار کر دیا، حالانکہ محدثین کرام مدتوں پہلے اس اہم کام سے بھی فارغ ہو چکے ہیں، اب اس اصول پر عمل کرنا چاہیے تھا کہ اپنی قوت فیصلہ بروئے کار لا کر قابل اعتماد احادیث کو قبول کر لیا جاتا اور من گھڑت کو چھوڑ دیا جاتا لیکن ان حضرات نے آنکھیں میچ کر یک قلم تمام ذخیرۂ احادیث کو غلطیوں کا پلندہ قرار دے کر مسترد کر دیا ہے۔

**پست ہمتی:** اس سائنسی دور میں ہمیں روزانہ نت نئے مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ان کا حل علوم قرآن سے واقفیت اور ذخیرۂ احادیث پر مکمل عبور پر موقوف ہے، ان دونوں شمعوں ہی کی روشنی میں مسائل حاضرہ کا حل تلاش کرنا چاہئے۔

اسکے علاوہ قرآن وحدیث کے نصوص سے استنباط واستخراج کی مہارت بھی انتہائی ضروری ہے لیکن ہمارے نادان دوست محنت کے عادی نہیں بلکہ پست ہمتی کا شکار ہیں، لہٰذا وہ ذخیرۂ احادیث کو نا قابل اعتماد قرار دے کر عقل کے نام پر بے عقلی پھیلانے میں مصروف ہیں۔

منصب رسالت سے بے اعتنائی: قرآن حکیم نے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو مسلمانوں کے لئے بطور اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے۔ مسلمانوں کو یہ احساس ہے کہ یہ اسوہ ہر دور میں بہرحال عمدہ ترین ہے، اس لئے وہ احساس برتری اور دولت اعتماد سے سرشار رہتے ہیں، لیکن منکرین حدیث اسوۂ حسنہ کے متعلق اس دولت احساس سے محروم ہیں، اور نئے نئے افکار ونظریات کی یلغار سے دوچار ہیں۔

کاش انھیں یہ احساس ہوتا کہ صرف یہی اسوہ ہے جو اپنی جامعیت کی بنا پر قابل اتباع ہے، تو پھر سنت سے انکار کے بجائے ان میں سنت سے محبت والفت اور عقیدت واطاعت پیدا ہوتی، لیکن اس نعمت کے حصول کے لئے یقین کامل اور ایمان صادق درکار ہے جس سے یہ حضرات محروم ہیں۔

خود پسندی اور سستی شہرت کا حصول: بعض لوگ خود پسندی کا شکار اور سستی شہرت کے طلبگار ہوتے ہیں لیکن اس کے لئے جس قدر محنت اور ہمت درکار ہوتی ہے اس سے بالکل کورے اور تہی دست ہوتے ہیں، منکرین حدیث بھی اسی قسم کے ذہنی مریض ہیں، انھوں نے قرآنی آیات کی من مانی تاویلات اور حدیث وسنت کے انکار میں ذہنی تسکین پائی، پھر آئے دن یہ لوگ "علمی تحقیق" اور "تحقیق جدید" کے نام سے اپنی نئی اختراعات پھیلاتے رہتے ہیں گویا،

"بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا"

افسوس کہ ان لوگوں نے بڑے خسارے کا سودا کیا، اگر ان کا مقصود نام اچھالنا ہی تھا تو اس کے لئے اور بھی بے شمار ذرائع اختیار کئے جاسکتے تھے۔ کیا ضروری تھا کہ اتنے گھٹیا مقصد کے لئے احادیث ہی پر ہاتھ صاف کیا جاتا، افسوس! یہ لوگ اپنے اس مذموم کردار سے اپنی آخرت بھی خراب کر بیٹھے اور دنیا میں بھی کچھ ہاتھ نہ آیا

"نہ خدا ہی ملا، نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے"

بقول قرآن کریم ہر طرح گھاٹے میں رہے۔﴿خسر الدنیا والاخرۃ ذلك ھو الخسران المبین﴾ ایسے شخص نے دنیا کا بھی نقصان اٹھایا اور آخرت کا بھی، یہی صریح خسارہ ہے۔(الحج 22:11)

اس کے علاوہ انھوں نے سنت و حدیث کی پابندی کو آزادیٔ فکر و عمل کے منافی قرار دیا لیکن اللہ تعالی کا طریقہ ہے کہ ایسے لوگوں کو کچھ مہلت ضرور دیتا ہے تاکہ وہ ذہنی غلاظت سے اپنا پیمانۂ حیات بھر لیں، پھر جب وہ مہلت ختم ہو جاتی ہے تو اس کے عذاب کا کوڑا آ برس پڑتا ہے، ان میں سے کچھ لوگ اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں اور

ع.........دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

کی تصویر بن گئے ہیں۔فاعتبروا یا اولی الابصار

منکرین حدیث کے شبہات اور ان کا ازالہ: حدیث و سنت کے متعلق منکرین حدیث کے شبہات اور اعتراضات حسب ذیل ہیں، ہر اعتراض کے ساتھ اس کا جواب بھی پیش خدمت ہے:

پہلا اعتراض:

قرآن کریم نے ہر شئے کی وضاحت کردی ہے لہذا اسکی موجودگی میں احادیث کی کوئی ضرورت نہیں"

جواب: بلاشبہ قرآن کریم میں انسانوں کی ہدایت کے لئے تمام مطلوبہ معلومات موجود ہیں، اور یہ بنیادی اصول شرعیہ پر مشتمل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ) اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کی وضاحت موجود ہے۔(النحل 16:89)

مگر یہ قرآن ہر چیز کی وضاحت کس طرح اور کس کے ذریعہ سے کرتا ہے اس کے متعلق ارشاد باری تعالی ہے(وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یتفکرون) اور ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر اس لیے اتارا ہے کہ آپ لوگوں کے لئے اس چیز کی وضاحت کردیں جو ان کی جانب اتاری گئی ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں"(النحل 16:44)

قرآن کریم نے خود ہی بیان کردیا کہ اس کی وضاحت کا واحد ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔اگر منکرین حدیث کا یہ دعوی مان لیا جائے کہ قرآن میں تمام اصول و فروع کی تفصیل موجود ہے تو یہ بات

سراسر حقیقت کے خلاف ہے۔قرآن کریم میں نماز، روزہ، زکاۃ اور حج وغیرہ کا حکم موجود ہے لیکن ان کی تفصیل بیان نہیں کی گئی ہے بلکہ ان سے متعلقہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ قرآن میں ان کا اجمالاً بھی کوئی ذکر نہیں۔ دین اسلام کی جزئیات کی تفصیل کے لئے حدیث نبوی اور عملی تعبیر کے لئے اسوۂ حسنہ کی ضرورت باقی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گی، لہٰذا اسی لیے تکمیل دین کے لئے احادیث کا ہونا ازحد ضروری ہے۔

دوسرا اعتراض:

قرآن کریم نے صراحت سے بیان کیا ہے کہ رسول کا فریضہ/کام/ذمہ صرف ابلاغ ہے اس لئے احادیث حجت نہیں ہے۔

جواب۔ بلاشبہ قرآن میں ہے:(ما علی الرسول الا البلا غ)

رسول کے ذمہ تو صرف پیغام پہنچانا ہے" (المائدہ 5:99)

قرآن مجید کے دیگر مقامات اور ان کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلاغ قرآن کفار کے لئے ہے

'ارشاد باری تعالیٰ ہے(و اما نرینك بعض الذی نعدھم او نتوفینك فا نما علیك البلا غ و علینا الحساب ) اے نبی! جس عذاب کا ہمارا وعدہ ہے اس کا کچھ حصہ خواہ آپ کو جیتے جی دکھا دیں یا آپ کی وفات کے بعد انھیں عذاب دیں آپ کے ذمہ تو پہنچانا ہی ہے اور حساب لینا ہمارے ذمے ہے۔(الرعد 13:40)

البتہ اہل ایمان کے لئے نبی ﷺ کا منصب ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:(لقد من اللہ علی المؤ منین اذ بعث فیھم ر سولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ و یز کیھم ویعلمھم الکتا ب والحکمۃ وان کا نوا من قبل لفی ضلل مبین ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر احسان عظیم کیا ہے کہ ان کے درمیان ان ہی میں سے رسول مبعوث فرمایا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے ان کو سنوارتا ہے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہ لوگ گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔(آل عمران 3:164) یعنی آپ اہل ایمان کے لئے معلم کتاب وحکمت بھی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو مستقل طور پر بیان کیا ہے جبکہ محض ابلاغ تو صرف چٹھی رساں ہی کا کام ہوتا ہے اور دنیا میں کسی جگہ بھی چٹھی رساں کی اطاعت کا حکم نہیں دیا جاتا، رسول اللہ ﷺ کا منصب یہ ہے کہ آپ قرآن کریم کے شارح ہیں، اس بنا پر آپ کی تشریح اور تشریع دونوں ہی مسلمہ حقیقتیں ہیں ان دونوں کے بغیر کوئی چارہ نہیں، جن آیات میں آپ کی ذمہ داری "ابلاغ قرآن،، بیان کی گئی ہے وہ صرف آپ کو تسلی دینے کے لئے ہے کہ آپ ہمارا پیغام ان کفار تک پہنچا دیں اگر مان لیں تو زہے قسمت 'بصورت دیگر ہم جانیں اور ہمارا کام جانے۔

تیسرا اعتراض:۔

رسول اللہ ﷺ نے خود احادیث لکھنے سے منع کر دیا تھا اس بنا پر موجودہ کتب حدیث عجمی سازش کا نتیجہ ہیں“

جواب: بلاشبہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(لا تکتبوا عنی' ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحه )

سوائے قرآن کے میری طرف سے کچھ لکھا ہو تو وہ اسے مٹا دے“

کیا منکرین حدیث کو اپنے عقیدے کی رو سے بطور دلیل حدیث پیش کرنا جائز ہے؟ کیا وہ اپنے اس فعل پر شرم محسوس نہیں کرتے؟ اپنی مقصد برآری کے لئے حدیث پیش کرنا جائز لیکن اتباع رسول میں حدیث کی طرف رجوع ناجائز۔ آخر یہ کہاں کا انصاف ہے؟ تاہم واضح رہے کہ کتابت حدیث کی ممانعت ابتدائے اسلام میں تھی تا کہ احادیث کا مضمون قرآن کریم کے مضامین سے خلط ملط نہ ہو جائے' چنانچہ ایک روایت میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے فرمودات قلمبند کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے دریافت فرمایا ”کیا لکھ رہے ہو؟“ ہم نے عرض کیا وہی کچھ جو ہم آپ سے سنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: (أ کتاب غیر کتاب اللہ امحضوا کتاب اللہ واخلصوہ) ”کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ ایک اور کتاب بھی لکھی جا رہی ہے؟ اللہ کی کتاب کو علیحدہ کر لو اور اسے خالص رکھو“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو ایک ساتھ لکھنے کی ممانعت تھی' تا کہ احادیث قرآن سے خلط ملط نہ ہو جائیں۔ جب یہ خطرہ ٹل گیا تو ممانعت بھی ختم ہو گئی'

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جم غفیر کا رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اور آپ کی وفات کے بعد احادیث تحریر کرنا متعدد احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ پھر اس حدیث کے آگے یہ الفاظ بھی ہیں (حدثوا عنی ولا حرج ) مجھ سے احادیث بیان کرو اس میں چنداں حرج نہیں“ اس جملے سے واضح ہوا کہ حدیث کو قرآن کے ساتھ مخلوط کرنے سے روکا جا رہا تھا' حدیث بیان کرنے سے منع نہیں کیا جا رہا تھا بلکہ احادیث بیان کرنے کا حکم دیا جا رہا تھا اب یہ کہاں کی دیانت اور قرآنی اتباع ہے کہ ایک ہی روایت کا وہ حصہ تو بیان کر دیا جائے جس سے اپنا مطلب برآمد ہو اور باقی حصہ اس لئے نظر انداز کر دیا جائے کہ وہ ان کے باطل عقیدے کی نفی کرتا ہے، باقی موجود کتب حدیث پر عجمی سازش کی پھبتی بھی خوب ہے! صدیوں کے بعد

ان حضرات نے اس سازش کا سراغ لگایا ہے لیکن یہ سازش کہاں تیار ہوئی؟ کس نے تیار کی؟ اس بارے میں یہ لوگ کوئی مدلل بات نہیں بتاتے، بتا بھی نہیں سکتے کیونکہ یہ من گھڑت بات ہے اسی لئے اس بارے میں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ حضرات خود کسی سازش کے شکار ہیں۔

چوتھا اعتراض:

متعدد احادیث خلاف عقل ہیں بلکہ بعض میں عریانیت پائی جاتی ہے لہذا لائق اعتبار نہیں۔''

جواب: ہمیں یقین ہے کہ ہمارا دین انتہائی معقول ہے قرآن وحدیث کی کوئی بات خلاف عقل نہیں اگر ہمیں کوئی چیز خلاف عقل نظر آتی ہے تو اسے اپنی عقل کی کمی پر محمول کرنا چاہئے اور اسے کسی صاحب عقل اور اہل بصیرت کے ہاں پیش کرنا چاہئے یہ حضرات تسلی بخش عقلی جواب دے کر یقین واطمنان کا سامان مہیا کریں گے۔ یہ ناممکن ہے کہ اللہ کا رسول علیہ السلام کوئی ایسی بات کہے جو عقل ودرایت کے معیار پر پوری نہ اترتی ہو، کیونکہ آپ اللہ کے فرستادہ اور جوامع الکلم کے حامل ہیں، آپ کا ہر قول اور ہر ہر فعل نور وحکمت اور علم ومعرفت سے بھرا ہوا ہے۔ ہمارا دعوی ہے کہ ذخیرۂ احادیث میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں جو خلاف عقل ہو، البتہ حدیث کی جانچ پڑتال کے لئے عقل کی سلامتی شرط لازم کی حیثیت رکھتی ہے۔ مریض یا بیمار عقل یا وہ عقل جو کسی تعصب کے زیر اثر ہو ایسی شتر بے مہار عقل کو نقد حدیث کی اجازت دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے خود اس بات کا سامان مہیا کر دیا ہے کہ سنت صحیحہ کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ پھر ہر انسان کی عقل کو نقد حدیث کی اجازت دینا خود خلاف عقل ہے کیونکہ مختلف اشخاص کے اعتبار سے عقل کے مدارج بھی مختلف ہوتے ہیں۔ باقی رہا احادیث میں عریانیت کا مسئلہ تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ بلاشبہ گفتگو میں عریانی اخلاقا معیوب ہے لیکن جب ضرورت ہو تو پھر اس عریانی کا تذکرہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری بھی ہو جاتا ہے، چنانچہ بعض ضرورتوں کے پیش نظر قرآن عزیز نے بھی ایسا انداز بیان اختیار کیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: (ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجها فنفخنا فيه من روحنا) عمران کی بیٹی مریم نے اپنی شرمگاہ کو پاک رکھا اور ہم نے اس کی شرم گاہ میں اپنی طرف سے روح پھونک دی''

اس مقام پر صراحت ہی کی ضرورت تھی کیونکہ مصلحت کا یہی تقاضا تھا، ایک دوسرے مقام پر محرمات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بهن﴾

اور تمہاری بیویوں کی وہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں پرورش پا رہی ہوں بشرطیکہ تم اپنی بیویوں سے دخول کر چکے ہو۔ (یہ لڑکیاں بھی حرام ہیں)

ربیبہ سے نکاح کی حرمت کے ذکر میں اس کی والدہ کے متعلق جس شرط کا ذکر ہے وہ ازدواجی تعلقات کی آخری صورت ہے اس میں صراحت ہے لیکن اس کے بغیر چارہ ہی نہیں تھا، کیا اس صراحت پر مشتمل آیات کے پیش نظر سارے قرآن کا انکار کردیا جائے؟ احادیث مبارکہ کا بھی یہی حال ہے کیونکہ جس عریانیت کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ کسی عوامی تقریر میں نہیں بلکہ درس وتدریس اور تعلیم وتعلم کے سلسلے میں ہے جس میں بعض بچے (صحابہ کرام) اپنی ماؤں (امھات المؤمنین) سے طہارت وپاکیزگی سے متعلق چند مسائل دریافت کرتے ہیں، چونکہ وہ سنت کو شرعی حجت سمجھتے ہیں اس لئے چاہتے ہیں کہ یہ مسائل رسول اللہ ﷺ کے قول یا فعل یا تقریر سے حل ہوں، اب ایک تو یہاں علم وفہم کا تقاضا ہے اور دوسرا اخلاق وپردہ داری کا، اگر اس مقام پر رسمی اخلاقی اقدار کا لحاظ کیا جائے تو مسائل سمجھ میں نہیں آئیں گے نہ ہی سائل کو ان کے بارے میں کوئی اطمنان حاصل ہوگا۔

### پانچواں اعتراض:

علم حدیث ظنی ہے اس لئے یقین کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں''

جواب: منکرین حدیث اس بات کو بڑے زور شور سے پیش کرتے ہیں کہ علم حدیث ظنی ہے اور ظن کے متعلق قرآن کا کہنا ہے: (وان الظن لا يغني من الحق شيئا) ''اور بلاشبہ ظن حق کے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں دیتا''۔

لیکن یہ بات ہم پہلے ہی واضح کر چکے ہیں کہ احادیث کی بنیاد وحی الہی ہے اس لئے وحی، چاہے قرآن کی شکل میں ہو یا احادیث کی صورت میں، علم قطعی ہی کا فائدہ دیتی ہے، البتہ روایت کے ناقلین خواہ کتنے ہی عادل وضابط ہوں پھر بھی خطا کا امکان باقی رہتا ہے، یہ احتمال کیا نقل قرآن کے سلسلے میں ممکن نہیں؟ کیونکہ اس کے ناقلین بھی آخر انسان تھے اب ایک نقل وروایت پر ایمان اور دوسرے کا انکار اس کا کیا مطلب ہے؟ دراصل لفظ ''ظن''، عربی اور اردو دونوں زبانوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن اردو میں اسے شک ووہم کے لئے بولا جاتا ہے، یہی بات منکرین حدیث کے لئے باعث خلجان ہے جبکہ عربی زبان میں قرینے کے بغیر وہم یا شک کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔ علمائے لغت لکھتے ہیں کہ جو علم آثار وقرائن سے حاصل ہوا سے ظن کہا جاتا ہے۔ اگر آثار وقرائن مضبوط ہیں تو یہ لفظ علم ویقین کے مترادف ہوگا، جیسا کہ قرآن میں ہے: (و ظن انه الفراق) یعنی جاں بلب انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب اس کی جان گئی

اور جب قرائن بہت کمزور ہوں تو وہم سے کم تر نہیں ہوتا اور جہاں ظن کا ذکر حق کے مقابل کیا گیا ہو وہاں بھی شک و وہم کے معنی میں ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے،(و ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ) اور بلاشک کہیں زیادہ یقینی امور پر رکھی ہے،(النجم 28/53)

اس کے باوجود انھوں نے اصطلاح میں اس کے لیے ''ظن'' کا لفظ پسند فرمایا ہے جسے ہمارے ہاں منکرین حدیث نے شک وشبہ کے معنے میں لے کر تمام ور بلاشبہ ظن حق کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا''

محدثین کرام نے حدیث پر تنقید اور اس کی تصحیح وتضعیف کی بنیاد کے اصولوں کے بالمقابل کہیں زیادہ یقینی امور پر رکھی ہے، اس کے باوجود انھوں نے اصطلاح میں اس کے لئے ظن کا لفظ پسند فرمایا ہے جسے ہمارے ہاں منکرین حدیث نے شک وشبہ کے معنی میں لے کر تمام ذخیرۂ احادیث کا انکار کر دیا ہے۔

چھٹا اعتراض:

علم حدیث روایت بالمعنی کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے اس لئے شکوک وشبہات سے خالی نہیں''

جواب: محدثین کی اصطلاح میں رسول اللہ ﷺ کے افعال اقوال اور نبی علیہ السلام کے سامنے پیش آنے والے واقعات کو حدیث کہا جاتا ہے، روایت بالمعنی کی ضرورت صرف اقوال میں پیش آسکتی ہے، جہاں تک نبی کے افعال اور آپ کے سامنے پیش آنے والے حالات کا تعلق ہے، ان میں روایت بالمعنی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ انھیں بیان کرنے والا ہر راوی اپنے ہی الفاظ میں نقل کرے گا۔ کیا منکرین حدیث حدیث کے اس حصے کو تسلیم کرتے ہیں؟ جہاں تک اقوال کا تعلق ہے ان میں سے بھی اذکار وادعیہ' اذان و اقامت' تشہد وتسبیحات' احادیث اخلاق' احادیث قدسیہ اور احادیث جوامع الکلم' انکے متعلق بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب کی سب روایات باللفظ ہیں، ان کے علاوہ جو احادیث ہیں انھیں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حرف بحرف یاد رکھتے تھے، اگر کہیں بالمعنی بیان ناگزیر ہوتا تو اس کے لئے چند شرائط ہیں، جن کے پیش نظر حدیث کا مفہوم بدلنا ممکن نہیں۔

☆ راوی عربی زبان کے اسرار ورموز سے واقف ہو۔

☆ شریعت کی غرض وغایت اور مقاصد سے بھی آگاہ ہو۔

حدیث، عقائد اور حلال وحرام کے متعلق نہ ہو۔

جو راوی ان شرائط کو ملحوظ نہیں رکھتا' محدثین کے نزدیک اس کی روایت بالمعنی قابل قبول نہیں۔ روایت بالمعنی

کے سلسلے میں یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ احادیث نبویہ کے اولین راوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اعلیٰ درجے کا حافظہ رکھنے کے علاوہ رسول اللہ کے مزاج شناس تھے، وہ نبی کے مفہوم ومراد میں کسی قسم کے ذرہ برابر تغیر وتبدل اور آپ کے کلام میں خفیف ترین تحریف کو بھی اپنے لئے اشد بدبختی خیال کرتے تھے، اس قسم کے راویوں نے اگر رسول اللہ ﷺ کا کوئی اورارشادگرامی اپنے الفاظ میں بیان کردیا ہے تو کیا تصور کیا جاسکتا ہے کہ ان سے کوئی ادنی سی بھی کوتاہی ہوئی ہوگی اور رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ مراد میں تغیر آگیا ہوگا؟

ع......این خیال است ومحال است وجنوں!

## ساتواں اعتراض:

موجودہ کتب حدیث رسول اللہ ﷺ کے ڈھائی یا تین سو سال بعد لکھی گئی ہیں' ایسے حالات میں ان کا محفوظ رہنا محل نظر ہے۔

جواب: یہ اعتراض انتہائی لغو اور فضول ہے۔ اس طرح کی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جنھوں نے کبھی فن حدیث کا مطالعہ نہیں کیا، حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر ہر عہد میں حدیث کی کتابت ہوتی رہی ہے۔ پہلے چھوٹی کتابیں تالیف ہوتی رہیں' پھر انھیں ملاکر بڑی کتاب تالیف کی گئی، یوں ہر پہلے دور کی کتابوں کو بعد والے دور کے صحائف میں سمودیا گیا۔ یہاں جناب رسول اللہ ﷺ کی لکھوائی ہوئی چند کتب حدیث کا ذکر کیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوگا کہ یہ اعتراض کس قدر بے بنیاد ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتاب الصدقہ تحریر فرمائی تھی۔ **(سنن ابی داود ،الزکاۃ ،باب فی زکاۃ السائمۃ ، حدیث 1568 )**

☆ ابوراشد حبرانی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے میرے سامنے ایک کتاب رکھی اور فرمایا کہ یہ وہ کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے لکھ کردی۔ **(جامع الترمذی،الدعوات،باب دعاء علمہ ﷺ ابابکر ........حدیث 3529 )**

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ کی تلوار کے قبضے سے دو نوشتے ملے تھے۔ **(سنن الدار قطنی:95/3، حدیث: 3222 )**

☆ موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی کتاب ہے جو انھوں نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔ **(سنن الدر قطنی 95/2 ،حدیث 1897 )**

☆ عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں نبی ﷺ کا ایک نوشتہ جہینہ کی سرزمین میں سنایا گیا' اس زمانے میں' میں نوجوان تھا۔(سنن ابی داود، اللباس، باب من روی ان لا یستنفع باھاب المیتة ، حدیث : 4127 )

دور اول کا تحریری سرمایہ۔

حدیث اور تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو اپنے صحائف میں جمع کرنے کا اہتمام کیا تھا' جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

**الصحیفة الصادقة:** یہ مجموعہ احادیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا مرتب کردہ ہے ،ان کی تحریر بہت اچھی تھی' انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات لکھے ،فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو بات بھی سنتا تھا اسے تحریر کر لیتا تھا ،تا کہ وہ محفوظ ہو جائے۔قریش کے چند لوگوں نے مجھے منع کیا کہ رسول اللہ ﷺ کبھی غصے کی حالت میں ہوتے ہیں اور کبھی خوش ہوتے ہیں تم ان کی ہر چیز کیوں لکھتے ہو؟ بظاہر بات معقول تھی اس لئے میں نے کتابت حدیث چھوڑ دی ،جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:(اکتب فوالذی نفسی بیدہ ! ما خرج منی الاحق ) اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' تم لکھو میرے منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

(مسند احمد: 162/2 حدیث: 6510وسنن ابی داود ، العلم ، باب کتابة العلم ، حدیث :3646 )

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس احادیث نہیں تھیں' البتہ حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس مجھ سے زیادہ احادیث تھیں کیونکہ وہ لکھتے' میں انھیں قلم بند نہیں کرتا تھا۔(صحیح البخاری ، العلم ،باب کتابة العلم ،حدیث: 113 )

آپ نے جس صحیفہ میں احادیث قلم بند کی تھیں اس کا نام (الصحیفة الصادقة )تھا اور یہ صحیفہ انھیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔(سیر اعلام النبلاء:58/4 )

اس صحیفے میں تقریباً ایک ہزار احادیث تھیں۔ (اسد الغابہ:233/3 )

اس صحیفے کی تصدیق ایک اور واقعات سے بھی ہوتی ہے:

ابوراشد حبرانی کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا،عرض

کیا کہ ہمیں کوئی حدیث رسول ﷺ سنائیں' انھوں نے ہمارے سامنے ایک صحیفہ کھول دیا اور فرمایا کہ یہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے لکھوایا ہے۔ میں نے اس میں ایک جگہ لکھا ہوا پڑھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے صبح و شام کے لئے کوئی وظیفہ سکھائیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں ایک وظیفے کی تعلیم دی۔(مسند احمد: 196/3)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے دنیوی زندگی سے دو چیزوں کی بنا پر پیار ہے 'ایک صحیفہ صادقہ کی وجہ سے جسے میں نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے تیار کیا۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث درج ہیں۔

<u>دوسری اوہط کی زمین کی بنا پر جسے میرے والد گرامی حضرت عمرو بن العاص ؓ نے وقف کیا تھا اور وہ خود اس کے نگران تھے۔(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر: 170/3)</u>

حضرت مجاہد کہتے ہیں: عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ نے فرمایا کہ جب تک میرے پاس یہ صحیفہ اللہ کی کتاب اور وہط کی زمین ہے مجھے دنیا میں کسی چیز کی پرواہ نہیں (سیر اعلام النبلاء: 58/3)

ابوقبیل کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے تھے' آپ سے کسی نے سوال کیا کہ قسطنطنیہ اور روم میں سے پہلے کون سا شہر فتح ہوگا؟ آپ نے ایک صندوق منگوایا' اس میں سے ایک کتاب نکالی اور اسے پڑھ کر فرمایا کہ ہم ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چل رہے تھے' آپ سے سوال ہوا کہ قسطنطنیہ اور روم میں سے پہلے کون سا شہر فتح ہوگا' تو آپ نے فرمایا: (**مدینة هرقل تفتح اول** ............................ (مکمل کرنا ہے۔)

یہ صحیفہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے خاندان کہ پاس عرصے تک محفوظ رہا' چنانچہ ان کے پوتے حضرت عمرو بن شعیب یہ صحیفہ ہاتھ میں رکھ کر احادیث بیان کرتے اور درس دیتے تھے، اللہ تعالیٰ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے اس صحیفہ صادقہ کو اپنی مسند میں مدغم فرما کر ہمارے لئے محفوظ فرمادیا جسے آج بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

**الصحيفة الصحيحة** : راوی اسلام سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات پر مشتمل یہ صحیفہ اب زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے۔ اس کی اکثر روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی ملتی ہیں' الفاظ ملتے جلتے ہیں کوئی نمایاں فرق نہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پہلے احادیث نہیں لکھا کرتے تھے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں' حدیث رسول کو

مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں تھا سوائے عبداللہ بن عمرو کے کیوں کہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے جبکہ میں زبانی یاد رکھتا تھا لکھتا نہ تھا۔(صحیح البخاری ، العلم ، باب کتابة العلم،حدیث :113)

جبکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بعدازاں کتابت حدیث کا سلسلہ شروع کر دیا کیونکہ حسن بن عمرو بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی تو انھوں نے کچھ تردد کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اگر تو نے مجھ سے یہ حدیث سنی ہے تو میرے پاس تحریری شکل میں ضرور موجود ہوگی۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گئے اور ہمیں بہت سی کتابیں دکھائیں جو انھوں نے احادیث کے متعلق مرتب کی تھیں، کتابیں دیکھنے کے بعد وہ حدیث مل گئی، ممکن ہے کہ آپ نے کتابت حدیث کا یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد شروع کیا ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے کسی دوسرے شخص سے احادیث مرتب کرائی ہوں۔(فتح الباری : 274/1)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ایک ہونہار شاگرد حضرت ہمام بن منبہ ہیں، جو آپ کے وطن مالوف یمن ہی کے باشندہ تھے۔ جب وہ یمن سے ہجرت کر کے حصول تعلیم کے لئے مدینہ منورہ آئے تو اپنے ممتاز ہم وطن حضرت ابوہریرہؓ کے پاس حاضر ہوئے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان ہم وطن کو بخوشی اپنا شاگرد بنالیا اور اس کے لئے رسول اللہ ﷺ کی ان احادیث کا انتخاب کیا جو تربیت اخلاق سے متعلق ہیں، انھوں نے یہ احادیث مرتب کر کے اپنے شاگرد ہمام رحمہ اللہ کو لکھوائیں، اس مجموعے کا نام "الصحیفة الصحیحة "تجویز کیا، جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اگر کسی کی حدیث دانی پر رشک تھا تو وہ حضرت عبداللہ بن عمرو تھے جنھوں نے "الصحیفة الصادقة " کے نام سے احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔ ممکن ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی دیکھا دیکھی اپنی تالیف کا نام 'الصحیفة الصحیحة " رکھا ہو۔ بہرحال حضرت ہمام بن منبہ نے اپنے استاد محترم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث کا جو مجموعہ حاصل کیا اسے نہ ضائع کیا، نہ اسے اپنی ذات تک محدود رکھا بلکہ پیرانہ سالی تک اسکی روایت و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ خوش قسمتی سے انھیں ایک صاحب ذوق شاگرد معمر بن راشد یمنی رحمہ اللہ مل گئے جنھوں نے اس مجموعے کو اپنے شاگردوں تک پہنچایا، پھر انھیں بھی ایک شاگرد عبدالرزاق بن ہمام حمیری مل گئے جنھوں نے "المصنف " نامی ایک ضخیم کتاب مرتب فرمائی اور اس مجموعے کی روایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان

کے لئے دو شاگرد صدقہ جاریہ ثابت ہوئے' ایک امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دوسرے ابوالحسن بن یوسف اسلمی رحمہ اللہ ان دونوں حضرات نے صحیفہ صحیحہ کی بڑی خدمت انجام دی۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے اپنی عظیم تالیف "المسند" میں شامل کرلیا جسے مسند امام احمد (132/2 تا 319) میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جب تک مسند امام احمد دنیا میں باقی ہے یہ صحیفہ بھی باقی رہے گا۔ دوسرے شاگرد احمد بن یوسف اسلمیؒ نے اس صحیفے کی مستقل روایت کا سلسلہ جاری رکھا اور اس قابل قدر یادگار کو حفاظت سے آگے منتقل کیا۔ بالآخر یہ صحیفہ قلمی شکل میں دستیاب ہوگیا جسے ڈاکٹر حمید اللہؒ نے بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے ایڈٹ کرکے شائع کردیا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے راویوں کے اعتبار سے اپنی تالیف مرتب کی، اس لئے ان کے لئے ممکن تھا کہ اس مبارک صحیفے کو جوں کا توں محفوظ رکھیں۔ اس سے جہاں اس نو دستیاب شدہ مخطوطے کی صحت کی توثیق ہوئی ہے وہاں اس مخطوطے سے "مسند امام احمد بن حنبل" کے قابل اعتماد ہونے کا بڑا مستند ثبوت بھی ملتا ہے۔ البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے احادیث موضوع کے اعتبار سے مرتب کی ہیں انھوں نے اس صحیفے کی احادیث اپنی تالیف کے مختلف ابواب میں حسب عنوان جدا جدا درج کی ہیں۔ صحیح بخاری میں متعدد مقامات پر معمر بن راشد رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ احادیث ملتی ہیں اس صحیفے کی تصدیق ایک دو واقعات سے بھی ہوتی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک نامور شاگرد بشیر بن نہیک رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے جو کچھ سنتا تھا اسے تحریر کرلیتا تھا۔ جب میں نے اپنی تعلیم مکمل کرلی اور ان سے رخصت ہونا چاہا تو ان کی خدمت میں اپنی مرتب کردہ کتاب پیش کی اور انھیں پڑھ کر سنائی، پھر عرض کیا کہ یہ وہی چیز ہے جو میں نے آپ سے سنی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ (سنن الدارمی، باب من رخص کتابة العلم، حدیث: 498)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے والد گرامی عبدالعزیز بن مروان نے حضرت کثیر بن مرہ کو لکھا تھا کہ تمہارے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو احادیث ہوں انھیں تحریر کرکے ہمیں روانہ کردو لیکن ابو ہریرہؓ کی روایات بھیجنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ہمارے پاس لکھی ہوئی موجود ہیں۔ (طبقات ابن سعد : 448)

واضح رہے کہ مسند ابو ہریرہؓ کا ایک نسخہ جو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جرمنی کے کتب خانہ میں موجود ہے جیسا کہ شارح ترمذی حضرت مولانا عبدالرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

(مقدمہ تحفة الاحوذی، ص: 65)

ان دو صحائف کے علاوہ بھی صحابہؓ کرام کے مرتب کردہ صحائف کا پتہ چلتا ہے، جنھیں ہم اگلے صفحات میں حفاظت حدیث بذریعہ کتابت کے عنوان سے بیان کریں گے۔ اب جو لوگ محدثین کرام کو جعلساز قرار دیتے ہیں ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ یہ لوگ صحیفہ صحیحہ جو طبع شدہ ہے اسکے مندرجات پر غور و فکر کرنے کی زحمت گوارہ کریں تو شاید انہیں توبہ کی توفیق مل جائے۔ واضح رہے کہ ہمام رحمہ اللہ کے شاگرد معمر بن راشد کا صحیفہ بھی دستیاب ہو چکا ہے۔ یہ صحیفہ بھی پہلی صدی کے آخر میں لکھا گیا تھا، اس کے بعد امام مالک رحمہ اللہ کی تالیف "المؤطا" جو مشہور اور متداول ہے رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے تقریبا سو سال بعد لکھی گئی۔ ان کتب کی موجودگی میں اس مفروضے کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے کہ احادیث ڈھائی تین سو سال بعد لکھی گئیں، اس کے بعد **مسند امام شافعی 'کتاب الام 'مسند امام احمد 'مصنف عبد الرزاق 'مصنف ابن ابی شیبہ 'مسند حمیدی** ، دوسری صدی میں تحریر کی گئیں۔

آٹھواں اعتراض:

مشاجرات صحابہ اور دور فتن میں احادیث تحریف وتبدل کا شکار ہو چکی تھیں لہذا انہیں قبول نہیں کیا جا سکتا'

جواب: ۔ یہ دعویٰ کہ دور فتن میں بالخصوص مشاجرات صحابہ (تنازعات صحابہ) کے وقت احادیث تحریف و تبدل کا شکار ہو چکی تھیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دیانت اور عدالت پر زبردست حملہ اور سخت افترا ہے۔ اس اتہام کی نظیر دشمنان اسلام کی زبان سے بھی نہیں مل سکتی، اگر رسول اللہ کے صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم اس درجہ حدیث نبوی کے دشمن تھے کہ محرف' موضوع اور باطل روایات بیان کرتے تھے تو اس سے احادیث پر ہی نہیں بلکہ سارے نظام دین پر الزام عائد ہوتا ہے کہ نہ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر ہوئی کہ میری تشریحات اور تعلیمات کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے نہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس بات سے مطلع کیا کہ آپ کے رفقاء ایسی حرکتیں کر رہے ہیں۔ **نعوذ باللہ من ذلک** ۔ اس پر کوئی دلیل یا کوئی شبہات پیش کی جائے کہ فلاں فلاں صحابی نے فلاں فلاں وقت احادیث میں تحریف کی تھی۔ ان ہفوات سے تو یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ انھیں قرآن کریم پر بھی کوئی اعتماد نہیں ہے کیونکہ جن اصحاب رسول کی روایت اور توسط سے ہمیں قرآن ملا ہے انھیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نقل و روایت سے یہ احادیث پہنچی ہیں، اگر یہ حضرات نقل و روایت اور ضبط و حفاظت میں تحریف وتبدل کے عادی تھے تو جس طرح احادیث نا قابل اعتماد ہیں اس طرح قرآن کا بھی اعتبار نہ رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات قرآن کریم سے بھی یکسر نابلد ہیں اس لئے

کہ قرآن کریم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعدیل وتوثیق موجود ہے۔قرآن کریم نے ان نفوس قدسیہ کو خیر امت اور امت وسط قرار دیا ہے، مہاجرین اور انصار کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا اظہار فرمایا ہے۔قرآن مجید میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو صدوق وعدول فرمایا گیا ہے۔جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعدیل خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادی ہے تو کسی مخلوق کی طرف سے انھیں عدول ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

نواں اعتراض:۔

زیادہ سے زیادہ وہ احادیث قابل قبول ہیں جو قرآن کریم کے موافق ہیں'البتہ وہ احادیث جو قرآن کے علاوہ تحلیل وتحریم یا اضافات پر مشتمل ہیں'انھیں قبول نہیں کیا جا سکتا''

جواب:۔تمام احادیث ہی قرآن کریم کے موافق ہے،نیت کی خرابی یا فہم کی کجی کی وجہ سے بعض لوگوں کو کچھ احادیث قرآن کریم کے مخالف نظر آتی ہیں' حالانکہ ان میں صرف قرآن کی تشریح ہے یا کسی حدیث میں قرآنی اجمال کی تفصیل ہے،دراصل منکرین حدیث نے موافق قرآن احادیث تسلیم کر کے احادیث پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ یہ ان کی مجبوری ہے کیونکہ ایسی احادیث کا انکار بلا واسطہ اور بالکل بدیہی طور پر قرآن کا انکار بن جاتا ہے۔اس وضاحت کے بعد مزید گزارش ہے کہ علمائے حدیث کے ہاں احادیث کی تین اقسام ہیں اور تینوں اقسام دین میں برابر کی حجت ہیں:

ا۔وہ احادیث جو قرآنی احکام کی مؤید ہیں' مثلاً قرآن کریم میں نماز' روزہ' حج اور زکاۃ کی فرضیت کے احکام موجود ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے پانچ ارکان اسلام پر مشتمل حدیث بیان کر کے ان احکام کی تائید فرمادی۔ منکرین حدیث اس قسم کی احادیث کے متعلق کہتے ہیں کہ انھیں تسلیم کیا جائے گا۔

۲۔دوسری قسم' ان احادیث پر مشتمل ہے جو قرآنی احکام کی وضاحت کرتی ہیں: مثلا: قرآن کریم میں نماز پڑھنے کا حکم ہے' احادیث میں اس کی وضاحت ہے کہ نماز کب اور کیسے پڑھنی چاہیے' اسی طرح قرآن کریم میں حج کی فرضیت کا بیان ہے

اور احادیث میں اس کا طریقہ اور تفصیل بیان کی گئی ہے۔

۳۔تیسری قسم، میں وہ احادیث شامل ہیں جو ایسے احکام پر دلالت کرتی ہیں جن کے بارے میں قرآن خاموش ہے۔وہ ان کی نفی یا اثبات کے متعلق کسی طرح کا ذکر نہیں کرتا' مثلاً وہ احادیث جن میں پھوپھی' بھتیجی 'خالہ اور بھانجی کو بیک وقت نکاح میں لانے کی ممانعت ہے، یا دادی کی وراثت اور احکام شفعہ یا قسامہ پر

مشتمل ہیں، اس تیسری قسم کے متعلق علماء کا لفظی نزاع ہے کہ انھیں مستقل ماخذ دینی کے طور پر چھوٹ گیا ہے اتفاق ہے کہ یہ قسم بھی اول الذکر دو اقسام کی طرح دین میں حجت ہے۔ اسلامی ذہنیت کا بھی تقاضا ہے کہ اس قسم کی احادیث کو قرآن مجید کے حکم کی تعمیل میں حجت شرعیہ سمجھا جائے گا' ارشاد باری تعالیٰ ہے (وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا) اور جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو "(الحشر: 7:59)

دسواں اعتراض:

احادیث میں تعارض ہے اس بنا پر قابل حجت اور لائق عمل نہیں"

جواب: کوئی بھی دو ثابت حدیثیں آپس میں متعارض نہیں ہیں، بعض احادیث میں بظاہر جو تعارض نظر آتا ہے وہ بھی اگر عقل کی کوتاہی اور علم کی کمی نہ ہو تو ضرور دور ہو جاتا ہے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے صدیوں پہلے یہ دعوی کیا تھا کہ میرے سامنے دو ایسی صحیح متعارض حدیثیں لاؤ میں اس کے تعارض کو دور کرتا ہوں۔ دراصل منکرین حدیث کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ کتب حدیث کا براہ راست مطالعہ کرنے سے محروم ہیں۔ انھوں نے کسی صاحب فن سے احادیث پڑھے ہوتیں تاکہ فن حدیث کے اسرار و رموز اور دقائق و لطائف سے واقف ہوں۔ جن لوگوں کی احادیث کے پورے ذخیرے پر نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ مندرجہ ذیل احادیث میں کوئی اختلاف نہیں ہے:

☆ احادیث صفات وفضائل،

☆ احادیث اخلاق ورقائق،

☆ احادیث معجزات،

☆ احادیث جہنم و جنت،

صرف احکام پر مشتمل احادیث کی معمولی مقدار میں بظاہر کچھ تعارض پایا جاتا ہے جسے محدثین کرام نے حل کردیا ہے، اس سلسلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کا "الرسالہ" "ابن قتیبہ رحمہ اللہ کی تالیف" تاویل مختلف الحدیث "اور علامہ طحاوی رحمہ اللہ کی تصنیف" مشکل الآثار "قابل قدر تالیفات ہیں منکرین حدیث سے ہم سوال کرتے ہیں کہ کیا ہر وہ چیز جس میں بظاہر تعارض ہو، وہ ناکارہ اور ساقط الاعتبار کہہ کر نکال دی جائے گا؟ یہ قاعدہ کس نے بنایا ہے؟ قرآن کریم کا طالب علم جانتا ہے کہ بعض قرآنی آیات بھی

بظاہر باہم متعارض ہیں' کیا انھیں بھی ساقط الاعتبار ہے کہہ کر نکال؟ قرآن کریم ہیں ہے:(الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا ایدیھم و تشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون ) آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور انکے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔(یٰسین 65:36) (یوم تشھد علیھم السنتھم و ایدیھم و ارجلھم بما کانوا یعملون )جس دن نافرمان لوگوں کی اپنی زبانیں ہاتھ اور پاؤں کے کردار سے متعلق گواہی دیں گے۔(النور 24:24)

کیا ان آیات کی توجیہ کی جائے گی یا ان کے ظاہری تعارض کی وجہ سے انھیں ساقط الاعتبار قرار دے دیا جائے گا ؟ دراصل انسان کو محدود عقل کی وجہ سے احادیث میں تعارض نظر آتا ہے' حالانکہ قرآن و حدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے: محدثین کرام نے اس کے لئے کچھ ضابطے بتائے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔

☆ احادیث میں تعارض کے لئے ضروری ہے کہ دونوں حدیثیں قوت و حجت میں برابر ہوں ،اگر ان میں سے ایک ضعیف ہے تو ان میں تعارض نہیں ہوتا بلکہ ان میں سے صحیح حدیث قابل عمل اور ضعیف ساقط الاعتبار ہوتی ہے،مثلا ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:(**ھریقوا علی بوله سجلا من ماء**) اس کے پیشاب پر پانی کا ایک بھرا ہوا ڈول بہادیا دو'' (**صحیح البخاری ، الوضوء ، باب صب الماء علی البول فی المسجد ، حدیث**: 220)جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ جس جگہ پیشاب ہے اسے کرید کر باہر پھینک دیا جائے' پھر اس جگہ پر پانی بہایا جائے۔ (**سنن ابی داؤد ، الطھارۃ، باب الارض یصیبھا البول ، حدیث**: 381 )ان متعارض احادیث میں پہلی صحیح ہونے کی وجہ سے قابل عمل اور دوسری ضعیف ہونے کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہے کیونکہ اس کی سند کا ابتداءواصل میں راوی عبداللہ بن معقل ہیں جو صحابی نہیں اس لئے یہ روایت مرسل ہے،(**تاویل مختلف الحدیث**، ص:164)

☆ بعض دفعہ بادی النظر میں تعارض نظر آتا ہے لیکن دونوں پر عمل کرنا شریعت میں جائز ہوتا ہے امت کی سہولت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ سے دونوں افعال منقول ہوتے ہیں جسے اختلاف تنوع بھی کہا جاتا ہے مثلا حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنابت کی حالت میں جب سونے کا ارادہ فرماتے تو نماز جیسا وضو کر لیتے۔(**صحیح البخاری،الغسل ، باب الجنب یتوضأثم ینام،حدیث**:288)

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ پانی کو ہاتھ لگائے بغیر سو جاتے۔ (سنن ابن ماجہ ،الطھارۃ ، باب فی الجنب ینام کھیئتہ لا یمس ماء ، حدیث : 581)

ان دونوں احادیث پر عمل کرنا جائز ہے جنبی باوضو یا بغیر وضوء بغیر دونوں طرح ہو سکتا ہے۔

متعارض احادیث میں جمع و تطبیق کی صورت پیدا کی جائے گی مثلاً حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر کھڑے ہوکر پیشاب کیا،(صحیح البخاری ، الوضوء ،باب البول عند صاحبہ و التستر بالحائط،حدیث : 225 ) جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا۔

(جامع الترمذی ، الطھارۃ،باب (ما جاء فی )النھی عن البول قائما ، حدیث :12)

ان دونوں متعارض روایات میں جمع و تطبیق اس طرح ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ نے اندرون خانہ کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے البتہ ایسے مقامات پر جہاں بیٹھ کر پیشاب کرنے کا امکان نہ تھا یا بیٹھ کر پیشاب کرنے سے نجاست لگنے کا اندیشہ تھا یا نبی کو کوئی تکلیف تھی جس کی بنا پر بیٹھ نہ سکتے تھے ایسے حالات میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی اجازت ہے جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

☆ اگر تقدیم و تاخیر کا علم ہو تو نسخ کا معاملہ ہوتا ہے مگر پہلا حکم منسوخ ہوگا جسے چھوڑنا ہوگا اور دوسرا حکم ناسخ ہوگا جس پر عمل کرنا ہے۔ نسخ تین طرح سے ثابت ہوتا ہے:

(۱) رسول اللہ ﷺ خود تصریح کر دیں جیسا کہ آپ نے فرمایا ''میں پہلے تمھیں زیارت قبور سے منع کرتا تھا اب تمھیں زیارت کی اجازت دیتا ہوں کیونکہ اس سے آخرت یاد آتی ہے۔

(صحیح مسلم،الجنائز باب استئذان النبی ﷺ رب عز وجل . فی زیارۃ قبر امہ، حدیث : 977 )

(۲) صحابی خود وضاحت کر دے جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل یہ تھا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو نہیں فرمایا۔

(۳) تاریخی حقائق سے نسخ کا پتہ کیا جاتا ہے جیسا کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''سینگی (حجامہ) لگانے والا اور لگوانے والا دونوں کا روزہ ختم ہو جاتا ہے۔

جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بحالت احرام سینگی لگوائی جبکہ آپ روزے سے تھے۔

چونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت فتح مکہ سے متعلق ہے جیسا کہ بعض طرق سے وضاحت ہے کہ "ان ذالک کان فی زمن الفتح " اس بنا پر ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ناسخ اور حضرت شداد والی روایت منسوخ ہوگی، اگر نسخ کا پتہ نہ چل سکے تو وجوہ ترجیح سے ایک حدیث کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیا جائے گا!

ترجیح کی چار اقسام ہیں:۔

۱۔ ترجیح باعتبار السند،

۲۔ ترجیح باعتبار المتن،

۳۔ ترجیح باعتبار المدلول،

۴۔ ترجیح باعتبار الامور الخارجية،

محدثین کرام نے تقریبا پچاس وجوہ ترجیح بیان کی ہیں۔اس کی مثال یہ ہے کہ ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جب میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو نبی حالت احرام میں نہیں تھے، اور میں نبی اور میمونہ رضی اللہ عنہا کے بیچ خبر رساں تھا۔(مسند احمد: 392/6 وجامع الترمذی، الحج ،باب ما جاء فی كراهية تزويج المحرم، حديث : 841 )

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آپ بحالت احرام تھے۔(صحیح مسلم، النکاح، باب تحریم نکاح المحرم و كراهة خطبته، حديث : 1410،)

ان دونوں متعارض احادیث میں ابورافع رضی اللہ عنہ کی روایت کو ترجیح ہوگی کیونکہ یہ صاحب واقعہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا اپنا بیان ہے جسے یزید بن الاصم نے بیان کیا ہے، فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا تو آپ حالت احرام میں نہیں تھے۔(صحیح مسلم، النکاح، باب تحریم نكاح المحرم و كراهة خطبته، حديث :1411،)

محدثین نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف وہم کی نسبت کی ہے، بعض نے وہم کے بجائے اس روایت کا یہ مفہوم بھی بیان کیا ہے کہ آپ حدود حرم میں داخل ہو چکے تھے لیکن احرام نہیں باندھا تھا لیکن یہ راجح نہیں۔ اگر ترجیح کا کوئی پہلو بھی ظاہر نہ ہو تو توقف کیا جائے گا تا کہ کوئی معقول توجیہ ظاہر ہو جائے' حنفیہ کی طرح یہ اصول نہیں ہوگا کہ جب دو احادیث متعارض ہوں تو دونوں ہی ساقط الاعتبار ہیں۔

متعارض احادیث کا مطالعہ کرتے وقت یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ بہت سے اعمال وافعال کی تشریع بیک وقت نہیں ہوئی، بلکہ وہ آہستہ آہستہ پایۂ تکمیل کو پہنچے ہیں، لہٰذا اس تدریج کے عمل سے پیدا ہونے والے اختلاف کو تعارض یا تناقض قرار نہیں دیا جا سکتا، پھر متعارض احادیث مقدار میں اتنی کم ہیں کہ انھیں غیر متعارض احادیث سے وہ نسبت بھی نہیں جو ایک کے عدد کو ہزار سے ہوتی ہے۔ اب یہ بھی کوئی دانشمندی ہے کہ اس قدر اقل قلیل احادیث متعارضہ کی بنیاد پر پورے ذخیرۂ احادیث ہی کو غیر معتبر قرار دے دیا جائے، متعارض احادیث کی وجہ سے غیر متعارض کو ترک کرنے والا احمق اور جاہل ہی ٹھہرے گا۔

## حفاظت حدیث کی بابت شبہات کی حقیقت

قرآن وحدیث کی روشنی میں دین اسلام کا جو مکمل نقشہ تیار ہوتا ہے اس پر عمل کرنا منکرین حدیث کو گوارہ نہیں، کیونکہ وہ آزادی کے دلدادہ ہیں اور قرآن، حدیث کے ساتھ مل کر انھیں پابند بنانا چاہتا ہے، لیکن وہ دور حاضر کی چمکدار تہذیب وثقافت سے مرعوب ہیں ان میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ موجودہ تہذیب وتمدن کو اسلام کے سانچے میں ڈھال سکیں اسی لیے وہ اسلام کو موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق بدل دینا چاہتے ہیں، لیکن اس کا اظہار زبان سے نہیں کرتے کیونکہ ایسا کہنے سے وہ اپنی موت آپ مر جائیں گے اس لئے اس کے بجائے وہ کہتے ہیں:

احادیث کتابی شکل میں ایک عرصۂ دراز کے بعد مدون ہوئی ہیں، اس سے پہلے محض زبانی طور پر نقل در نقل کا سلسلہ تھا۔

اور ظاہر ہے کہ زبانی نقل در نقل سے الفاظ حدیث کا محفوظ رہنا محال ہے، جب الفاظ محفوظ نہیں تو معانی کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں اس لئے احادیث کے ذخیرہ پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

یہ سب خود فریبی دھوکہ دہی اور مغالطہ انگیزی ہے، کیونکہ تعامل امت اس حقیقت کی شہادت کے لئے کافی ہے کہ قرآن جسے اسوۂ حسنہ سے تعبیر کرتا ہے اسے چودہ سو سال سے پوری امت نے حرز جان بنا رکھا ہے۔

ہمارے نزدیک دینی ضرورت کے اعتبار سے احادیث بھی اسی طرح محفوظ ہیں جس طرح قرآن محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ قرآن کی حفاظت جس حیرت انگیز طریقے سے فرمائی ہے اسی طرح احادیث کی حفاظت کا بھی ایسا بے مثل اہتمام فرمایا ہے جو عقل کو دنگ کر دیتا ہے حفاظت حدیث کا انکار دراصل حفاظت قرآن کا انکار ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون)

بلاشبہ ہم ہی نے ذکر اتارا ہے اور ہم خود ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔" (الحجر 15:9)

ذکر کے مفہوم میں قرآن کریم کے ساتھ حدیث بھی شامل ہے یہ آیت جہاں قرآن کریم کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ بیان کرتی ہے وہاں یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ حفاظت حدیث کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے، اگر حدیث غیر محفوظ ہے تو پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ یہ وہی قرآن ہے جو رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک پر نازل ہوا تھا؟ اس کا تنہا جواب یہی ہے کہ صرف حدیث کے ذریعے سے قرآن کریم کا پتہ چلا، اگر قابل اعتبار نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن بھی قابل اعتماد نہیں۔ والعیاذ باللہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر قرآن اور اس کے بیان یعنی احادیث کا الگ الگ ذکر کر کے بتایا ہے کہ ان دونوں کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (لا تحرك به لسانك لتعجل به ‘ان علينا جمعه و قرآنه ‘فاذا قرانه فاتبع قرآنه ‘ثم ان علينا بيانه ) قرآن کریم کو یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دیا کیجئے اس قرآن کا آپ کے سینے میں جمع کرنا اور اسے پڑھا دینا ہماری ذمہ داری ہے اس لئے جب ہم قرآن پڑھیں تو آپ اسے پڑھنے کی اتباع کریں پھر بے شک اس قرآن کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے‘‘ (القیامۃ-19)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ الفاظ قرآن کے ساتھ ساتھ ان کے معانی و بیان کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہے اور الفاظ اور اس کے بیان کی حفاظت کے تین مرحلے ہیں۔

## حفاظت حدیث کے تین مرحلے

پہلے مرحلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے الفاظ اور اس کے مفاہیم و مطالب کو اپنی حفاظت کے ساتھ سینۂ نبوت میں اتار کر محفوظ کیا۔

دوسرے مرحلے میں رسول اللہ ﷺ نے اس حفاظت الٰہیہ کی مدد سے قرآن کریم کے الفاظ کو تلاوت کے ذریعے سے اور اس کی بیان کو اپنے اقوال و افعال اور تقریرات کی مدد سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منتقل کر دیا، اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے الفاظ و معانی منتقل کرتے وقت پوری نگرانی فرمائی حتی کہ اگر نبی ﷺ نے کسی صحابی کو نبیک کے الفاظ پڑھائے ہیں اور اس نے اس کے بجائے رسولک کہہ دیا تو آپ نے اس کی فوراً اصلاح فرمائی، اسی طرح اپنے اعمال منتقل کرتے وقت بھی پوری نظر رکھی۔ اگر کسی نے آپ جیسی نماز نہ پڑھی تو اسے فوراً ٹوکا کہ نماز دوبارہ پڑھو کیونکہ میرے طریقہ سے مخالف جو نماز ادا کی گئی ہے وہ کالعدم ہے۔ اس طرح اقوال و افعال منتقل کرتے وقت کڑی نگرانی فرمائی۔

تیسرے مرحلے میں اس حفاظت الہیہ کے تحت قرآن اور اس کا بیان دونوں صحابہ سے تابعین کی طرف، تابعین سے تبع تابعین تک، پھر تبع تابعین سے بعد میں آنے والے افراد کی جانب سینہ بہ سینہ اور سفینہ در سفینہ منتقل ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں۔ اسی طرح اس ذکر کی حفاظت تمام مراحل سے گزر کر مکمل ہوئی، اس حفاظت حدیث کے دو طریقے ہیں:

۱۔ حفاظت حدیث بذریعہ حفظ۔

۲۔ حفاظت حدیث بذریعہ کتابت۔

اب ہم ان دونوں طریقوں کی تفصیل بیان کرتے ہیں

حفاظت حدیث بذریعہ حفظ:۔

مسجد نبوی میں صفہ نبوی کے نام سے ایک مدرسہ قائم تھا جس میں حفظ قرآن اور حفظ حدیث کی تعلیم دی جاتی تھی۔ وہاں تیس چالیس طلبہ ہمہ وقت قرآن وحدیث کی تعلیم میں مصروف رہتے تھے۔ ابو ہریرہ، عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم انھیں تعلیم دینے پر مامور تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے لئے دعا فرمائی ہے جو حدیث کو حفظ کرتا ہے اور اسے آگے منتقل کرتا ہے دعا یہ ہے: (نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَءاً سَمِعَ مِنَّا شَيْئاً فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعیٰ مِنْ سَامِعٍ) اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے حدیث کو سنا پھر اسی طرح آگے پہنچا دیا جس طرح سنا تھا۔

اس لئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جسے حدیث پہنچائی جاتی ہے وہ پہنچانے والے سے زیادہ محفوظ کرنے والا ہوتا ہے

(جامع الترمذی، العلم، باب فی الحث علی تبلیغ السماع، حدیث: 2657)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تبلیغ حدیث کی نہ صرف ترغیب دیا کرتے تھے بلکہ اسے محفوظ رکھنے کے طریقے کی رہنمائی بھی فرماتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ قبیلہ عبدالقیس کے وفد کو احکام دین سکھائے پھر انھیں رخصت کرتے وقت یہ تاکید فرمائی (احفظوھن واخبروا بھن من ورائکم) ان احکام کی حفاظت کرنا اور اپنے بعد آنے والوں کو ان سے مطلع کرنا" (صحیح البخاری، الایمان، باب: اداء الخمس من الایمان، حدیث: 53)

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ احادیث بیان کرنے کے بعد فرمایا: (لیبلغ الشاھد الغائب فان الشاھد عسیٰ ان یبلغ من ھو اوعیٰ لہ منہ) حاضر کو چاہئے کہ وہ میری باتیں غائب کو پہنچا دے

شاید حاضر اس شخص کو پہنچائے جو ان باتوں کو اس سے زیادہ محفوظ کر سکے" (صحیح البخاری ، العلم ، باب قول النبی ﷺ :رب مبلغ اوعی (من) سامع ، حدیث :67 )

اس ترغیب کا یہ اثر ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوگ خود فرمائش کرتے کہ ہمارے ساتھ کسی آدمی کو بھیجیں جو ہمیں سنت اور اسلام کی تعلیم دے۔(صحیح مسلم،فضائل الصحابہ،باب فضائل ابی عبیدہ بن الجراح،حدیث:2420 )

خواتین میں بھی سماع حدیث اور حفظ حدیث کا ذوق تھا' چنانچہ ایک عورت آئی اور کہنے لگی: یارسول اللہ! مرد تو آپ سے احادیث حاصل کرتے رہتے ہیں ہمارے لئے بھی کوئی دن مقرر فرما دیجئے تا کہ ہم آپ کے پاس حاضر ہو جایا کریں اور جو باتیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائی ہیں آپ ہمیں بھی بتایا کریں تو آپ نے فرمایا (اجتمعن فی یو م کذا و کذا ) "تم فلاں فلاں دن جمع ہو جایا کرو،،(صحیح البخاری ، الا عتصام با لکتا ب و السنہ ، با ب تعلیم النبی ﷺ امتہ من الرجال .......حدیث :7310 .)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم سب مل کر احادیث یاد کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ ان سب کو خود تعلیم دیتے تھے، مردوں اور عورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ دن مقرر تھے، اسی طرح درس و تدریس اور حفظ احادیث کا سلسلہ تابعین' تبع تابعین اور ائمہ دین میں جاری رہا، ہمارے ہاں دینی مدارس بھی حفاظت حدیث کے امین اور اپنے اسلاف ہی کی یادگار ہیں۔

# صحیح حدیث کورد کرنے والے کا حکم

کیا صحیح حدیث درکرنے والے کو کافر قرار دیا جائیگا؟

ایک بھائی صحیح بخاری اور مسلم میں وارد شدہ بعض احادیث کو اس حجت سے رد کرتے ہیں کہ یہ احادیث قرآن کے ساتھ متصادم اور معارض ہیں، صحیح حدیث کورد کرنے والے کا حکم کیا ہوگا، آیا اسے کافر کہا جائے؟

الحمدللہ:

اول:

سنت نبویہ تشریع میں دوسرا مصدر ہے، جس طرح قرآن مجید جبریل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لاتے تھے اسی طرح سنت بھی لاتے تھے، اس امصداق اللہ سبحانہ وتعالی کا یہ فرمان ہے:

(اور وہ) (نبی) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے (النجم: ۳-۴)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مومنوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام اور ان کی حدیث اور حکم کو مکمل تسلیم کرنے کا حکم دیا ہے، حتی کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنی قسم اٹھا کر کہا ہے کہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا اور پھر اسے قبول نہ کیا بلکہ رد کر دیا تو اس میں ایمان کی رتی بھی نہیں ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: تیرے رب کی قسم یہ اس وقت تک مومن ہی نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ آپس کے تمام اختلافات میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کر لیں، پھر آپ جو ان میں فیصلہ کر دیں اس کے متعلق اپنے دل میں کسی طرح تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔ (النساء: ۶۵)

اسی لیے اہل علم کے مابین اس پر اتفاق ہے کہ جس نے بھی عمومی شکل میں حجیت حدیث کا انکار کیا، یا پھر اسے علم ہو کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام ہے اسے جھٹلا دیا تو وہ شخص کافر ہے، اس میں ادنی سے درجہ کا اسلام اور اللہ اور اس کے رسول کے اطاعت نہیں۔

امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اور سیوطی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"اللہ آپ پر رحم کرے آپ کو یہ علم میں رکھیں کہ جس نے بھی نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم کے قولی یا فعلی حدیث کا انکار کیا بشرطیہ وہ اصول میں معروف ہیں وہ کافر ہے، اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، اور وہ یہود ونصاری کے ساتھ یا کافروں کے دوسرے فرقوں میں جس کے ساتھ چاہے اٹھایا جائیگا "انتہی۔

دیکھیں: مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج بالسنۃ (۱۴)۔

اور علامہ ابن وزیر رحمہ اللہ ہتے ہیں:

"رسول کریم صل اللہ علیہ وسلم حدیث اعلم ہوتے ہوئے حدیث کا انکار کرنا صریحا کفر ہے "انتہی۔

دیکھیں: العواصم والقواصم (۲/۲۷۴)

مستقل فتوی کمیٹی کے فتاوی جات میں درج ہے:

"جو شخص سنت پر عمل سے انکار کرتا ہے وہ کافر ہے؛ کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے اجماع کو جھٹلانے والا ہے "انتہی۔ دیکھیں: المجموعۃ الثانیۃ (۳/۱۹۴)

مستقل فتوی کمیٹی کے فتاوی جات میں درج ہے:

"جو شخص سنت پر عمل سے انکار کرتا ہے وہ کافر ہے؛ کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے اجماع کو جھٹلانے والا ہے "انتہی۔ دیکھیں: المجموعۃ الثانیۃ (۳/۱۹۴)

دوم:

لیکن جو شخص حدیث نبوی کو اس اعتبار سے نہیں مانتا اور رد کرتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں ہو سکتی تو یہ پہلی قسم کی طرح نہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ "تنویری "قسم کے نئے لوگ وہ ہیں جنھوں نے اپنی آراء اور توجہات کے ساتھ حدیث پر حکم لگایا ہے، اور یہ بات کوئی نئی نہیں، بلکہ اپنے سے قبل بدعتیوں کا ہی ٹولہ ہے، جن کے متعلق اہل علم نے ان کے شبہات بیان کیے ہیں.

ان اور اس طرح کے لوگوں وہم کہینگے:

حدیث رد کرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہونے سے انکار کرنے سے قبل علمی منہج تقاضا کرتا ہے کہ اس پر غور کیا جائے ذیل میں ہم اس کی شروط پیش کرتے ہیں:

پہلی شرط:

حدیث میں جو بیان ہوا ہے اور جو قرآن میں وارد ہے اس میں مکمل تناقض ہو اور یہ تناقض کسی واضح دلالت سے ثابت ہو جو منسوخ نہ ہو، یہاں ہم پھر " مکمل تناقض " کی قید کی تاکید کرتے ہیں، یہ تناقض صرف ظاہر نہیں ہونا چاہے جو بادی النظر میں جلدی سے ذہن میں آئے .

امید ہے جو لوگ انکار حدیث کا سوچتے ہیں وہ بھی ہمارے ساتھ اس قید میں متفق ہونگے؛ کیونکہ اکثر لوگوں کے ذہنوں میں آنے والے ظاہری تعارض کی کوئی حقیقت نہیں، بلکہ یہ تو اعتراض کرنے والے سے ذہن میں قائم ہوا ہے، اس کا جواب تامل اور غور کرنے اور لغت کی وجوہات تلاش کرنے اور اس ااصول شریعت اور اس کے مقاصد سے موافقت کے ساتھ جواب دیا جاسکتا ہے .

جو کوئی بھی علامہ ابن قتیبہ الدینوری کی کتاب "مختلف الحدیث "پر غور اور تامل کرے وہ اس بے تکی کی قدر معلوم کرسکتا ہے جو ان منکرین حدیث نے بے تکی ماری ہیں وہ یہ قرآن کے موافق نہیں، یا پھر عقل اس کی تصدیق نہیں کرتی .

پھر جب ابن قتیبہ اس کتاب میں ان احادیث کی علماء کرام سے صحیح شرح بیان کرتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ اس کی صحیح وجہ بھی ہے جو شریعت کے موافق ہے، اور قرآن سے تعارض والا تو صرف ایک فاسد قسم کا وہم ہی ہے .

ہم ان اور ان جیسے سنت کو رد کرنے کی جرات کرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر طعن کرنے والوں سے بغیر کسی علمی منہج ، یا مقبول تنقیدی اصول ، اور بغیر کسی علمی اصول کے فیصلے جس کی یہ بات اور بحث کرتے ہیں سے سوال کرتے ہیں:

کیا آپ یہ خیال کرسکتے ہیں کہ ناقد کو یقین ہو کہ یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں سے نہیں اور یہ ممکن ہو کہ وہ مکمل طور پر قرآن کے ساتھ تعارض و تناقض رکھے، اس کے باوجود ہم دیکھیں کہ صحابہ کرام کے دور سے لیکر آج تک علماء اسلام اس حدیث کو قبول اور اس کی شرح اور تفسیر اور اس سے استدلال اور اس پر عمل کرنے پر متفق ہوں؟!

یا عقل سلیم جس کو یہ حاکم تسلیم کرتے ہیں یہی فیصلہ نہیں کرتی کہ اہل تخصص کے کسی امر پر فیصلے کا احترام کیا جائے جو اپنے فن اور تخصص میں ماہر ہوں؟!

کیا کوئی شخص مثال کے طور فیزیا یا کیمیاء یا ریاضی یا علوم تربیہ یا اقتصادی علوم کے ماہرین کو غلط کہنے کی جرات کرتا ہے جب وہ کسی ایک معاملہ پر سب متفق ہوں، خاص کر جب اس علم کے متخصصین میں سے کوئی شخص

بھی ان پر اعتراض کرنے والا نہ پایا جائے، بلکہ انتہائی طور پر یہی ہوگا کہ بعض نے اس کے متعلق کچھ کالم یا کوئی کتاب پڑھ لی جو علم کو بیان کرتی ہو یا پھر سب لوگوں کے علم کے لیے، کیا کوئی ایسی جرات کرسکتا ہے؟!

دوسری شرط:

اسناد میں ضعف کا پایا جانا جو متن میں وارد خطا کی متحمل ہو:

اور ہمارا خیال بھی یہی ہے کہ یہ شرط منہجی اور صحیح ہے، علم نقد کے اصول کو تھوڑا سا بھی سمجھنے والے شخص کو اس کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے، اور وہ یہ کہ متن و نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام ہونے سے انکار کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ سند میں ضعف کا پایا جانا ہی، ہمیں یہ وہم دلاتا ہے کہ یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں سے ہے، حالانکہ یہ۔ بالفعل۔ ایسا نہیں.

امام شافعی رحمہ اللہ کون امام شافعی جو کہ علم و ایمان میں ایک اونچا مرتبہ رکھتے ہیں، جنہوں نے علم اصول فقہ میں پہلی کتاب تصنیف کی ان کا کہنا ہے:

"''جب حدیث کو ثقات راوی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کریں تو یہ اس کا ثبوت ہے''

دیکھیں: کتاب الام کے ضمن میں اختلاف الحدیث (۱۰/ ۱۰۷)

اوران کا یہ بھی کہنا ہے:

"صدق اور کذب حدیث کا استدلال مخبر یعنی خبر دینے والے سے صدق پر ہوتا ہے، مگر قلیل سی خاص حدیث میں" دیکھیں: الرسالۃ فقرۃ (۱۰۹۹)

اوران کا یہ بھی کہنا ہے:

"مسلمان عدول ہیں: وہ اپنے آپ میں عدول اور صحیح الامر ہیں .... اوران کا اپنے متعلق خبر دینے اوران کا نام صحیح سلامتی پر ہے، حتی کہ ہم ان کے فعل اس کا استدلال کریں جو اس کی مخالفت کرتا ہو، تو ہم اس خاص خیال کریں جس میں ان کے فعل نے اس کی مخالفت کی ہے جو ان پر واجب ہوتا تھا"

دیکھیں: الرسالۃ فقرۃ (۱۰۲۹۔۱۰۳۰) اور کتاب الام (۸/ ۵۱۸۔۵۱۹)

امام شافعی رحمہ اللہ اس موضوع سے متعلق چھ علمی اصول بیان جو کہ ان کی مختلف کتب میں بہت زیادہ بیان ہے کے بعد ہمارے لیے اپنا فیصلہ ذکر کرتے ہیں جس میں چھ ہم نے یہاں نقل کیا وہ فردی اجتھاد یا ان کا شخصی مذہب نہیں، بلکہ وہ ایسا اصول ہے جس پر اس سے قبل اہل علم بھی متفق اور جمع ہیں امام شافعی کہتے ہیں:

"میں نے اپنی اس کتاب کے شروع میں جو لکھا ہے اس کا عام معنی کتاب وسنت کا علم رکھنے والے، اور مختلف لوگوں اور قیاس اور معقولات کا علم رکھنے والے متقدم علماء میں سے کئی ایک کے سامنے بیان کیا تو ان میں سے کسی ایک نے بھی کسی ایک کی مخالفت نہ کی، اور ان کا کہنا تھا:

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام، اور تابعین عظام اور تبع تابعین کا مذہب یہ ہے، اور ہمارا مذہب بھی یہی ہے؛ اس لیے جو بھی اس مذہب کو چھوڑے گا ہمارے نزدیک وہ رسول کریم صل اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور ان کے بعد آج تک کے اہل علم کی راہ چھوڑ رہا ہے، اور وہ جاہل لوگوں میں شامل ہوتا ہے.

ان سب کا کہنا تھا: اس راہ کی مخالفت کرنے والے کو ہماری رائے میں سب اہل علم کے اجماع میں جاہل قرار دیا گیا ہے الخ!!" ...

دیکھیں: اختلاف الحدیث کتاب الام (۱۰/۲۱) اور اس طرح کا کلام آپ الرسالۃ فقرۃ (۱۲۳۶-۱۲۳۹) میں دیکھ سکتے ہیں.

اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب حدیث کو رد کرنے والے شخص پر سب سے پہلے یہ واجب اور ضروری ہے کہ وہ یہ تلاش کرے اور بیان کرے کہ اس کو بیان کرنے والے راویوں میں سے کون ہے جس نے نقل کرنے میں غلطی کی ہے، اور اگر رد کرنے والے کو سند میں کوئی ایسا سبب نہ ملے جو اس حدیث کے انکار میں مقبول سبب بن سکتا ہو تو یہ اس کے منہجی غلطی کی علامت ہے، اور پھر یہ اس کی بھی علامت ہے کہ اسے حدیث اور قرآن کے فہم اور مقاصد شرعی کے فہم کا مراجعہ کرنے کی ضرورت ہے.

اور پھر جب کوئی حدیث زمین پر موجود سب سے صحیح ترین سند کے ساتھ موجود ہو، بلکہ وہ حدیث بہت سارے طرق سے مروی ہوں۔ جیسا کہ اکثر وہ احادیث جنہیں تنویری رد کرتے ہیں۔ اور صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہوں انہیں رد کرنا کیسا ہوگا؟!

تیسری شرط:

سارے معاملہ کو احتمال اجتہاد کی طرف منسوب کرنا، اور یقین وحسم اور مخالف پر مسلمانوں کی عقلوں میں طعن وتہمت زنی ترک کرنا، یہ اس وقت ہے جب اس میں کوئی ایسی وجہ ہو جو اس احتمال کو رکھتی ہو، اور اس سلسلہ میں کلام کرنے والا اہلیت بھی رکھتا ہو ۔ضرور بحث کے لوازمات۔ تاکہ وہ اس کا ادراک کر سکے اور اس میں بحث کرے، کسی معینہ علت کی بنا پر اس ایک عالم کو حدیث ضعیف لگتی ہے، لیکن جس نے حدیث قبول کی وہ اس پر تہمت کی زبان استعمال نہ کرے.

لہٰذا جو شخص ان تین شروط کی مخالفت کرتا اور حدیث کا انکار اور اس کی تکذیب کر پر اصرار کرتا ہے تو وہ خطرناک راہ پر ہے، کیوں کہ کسی بھی مسلمان کے لیے بغیر کسی شروط وضوابط کے منہج میں تاویل کرنا جائز نہیں، وگرنہ وہ گناہ اور حرج میں پڑیگا.

امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"جس نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو رد کیا تو وہ ہلاکت کے کنارے پر ہے "انتہی۔

اور حسن بن علی بربھاری کہتے ہیں:

"جب تم کسی شخص کو حدیث واثار میں طعن کرتے سنو، یا پھر وہ آثار کو رد کرتا ہو یا آثار یعنی احادیث کے علاوہ کچھ اور چاہتا ہو تو آپ اس کے اسلام میں تہمت لگا سکتے ہیں، اور آپ اسے بلا شک وشبہ بدعتی اور صاحب ہوی وخواہشات سمجھ سکتے ہیں.

اور جب آپ سنیں کہ کسی شخص کے پاس حدیث آتی ہے تو وہ حدیث نہیں چاہتا بلکہ قرآن چاہتا ہے، تو آپ اس میں شک نہ کریں کہ وہ زندیق ہے، آپ اس کے پاس سے اٹھ جائیں اور اسے چھوڑ دیں"انتہی

دیکھیں: شرح السنۃ (۱۱۳-۱۱۹) اختصار کے ساتھ.

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے جو بیان کیا ہے اس پر ایمان رکھنا واجب ہے، چاہے ہم اس کا معنی جانتے ہوں یا نہ جانیں؛ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صادق المصدوق ہیں، اس لیے جو بھی کتاب وسنت میں آیا ہے ہر مومن شخص کے لیے اس پر ایمان رکھنا واجب ہے، چاہے وہ اس کا معنی نہ بھی سمجھتا ہو "انتہی دیکھیں: مجموع الفتاوی۔ (۳/۴۱)

اگر خاندان والے یہ کہیں کہ انسان حدیث کو چھوڑ کر صرف قرآن مجید پر عمل کرے، تو کیا ایسے لوگوں کو سلام کہنا اور عید کی مبارکباد دینی چاہیے تا کہ فتنہ کم ہو اور انہیں تنگ نہ کیا جائے؟

اول:

مسلمان پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ سب احادیث صحیحہ پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی ایک کا بھی رد نہ کرے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور سنت اللہ تعالی کی طرف سے وحی ہیں، تو جو بھی احادیث کا رد کرتا ہے حقیقت میں وہ اللہ تعالی کی وحی کو رد کر رہا ہے۔

اس کے وحی ہونے کی دلیل اللہ تبارک وتعالی کا فرمان کچھ اس طرح ہے:

قسم ہے ستارے کی جب وہ نیچے گرے، کہ تمہارے ساتھی نے نہ تو راہ گم کی اور نہ ہی وہ ٹیڑھی راہ پر ہے، اور نہ ہی وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں، وہ تو صرف ایک وحی ہے جو اتاری جاتی ہے، اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے، جو زور آور ہے پھر سیدھا کھڑا ہو گیا (النجم ۱ - ۶)

اللہ تعالی نے لوگوں پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب قرار دی ہے جس کا بہت ساری آیات میں حکم دیا گیا ہے ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا:

} کہہ دیجیے ! کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر وہ منہ پھیر لیں تو بلاشبہ اللہ تعالی کافروں سے محبت نہیں کرتا ( آل عمران ۳۲ )۔

اور اللہ جل شانہ وتعالی کے فرمان کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے:

(جس نے رسول ) صلی اللہ علیہ وسلم ( کی اطاعت کی وہ حقیقت میں اللہ تعالی کی اطاعت کرتا ہے، اور جو منہ پھیر لے تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا (النساء:۸۰)

اور اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

اے ایمان والو! اللہ تعالی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے میں سے اختیار والوں کی اطاعت کرو ،تو پھر اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اگر تم اللہ تعالی اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ تعالی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا ، یہ بہت ہی بہتر اور انجام کے اعتبار سے بھی بہت ہی اچھا ہے۔ (النساء:۵۹)

اور اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

نماز کی پابندی کرو اور زکاۃ ادا کرو اور اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (النور:۵۶)۔

ان آیات کے علاوہ بھی بہت ساری آیات ہیں۔

سنت نبویہ کا منکر کافر اور مرتد ہے:

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالی نے اپنے رسالہ "مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج بالسنۃ "میں کہا ہے کہ:

اللہ تعالی آپ پر رحم کرے آپ کے علم میں یہ ہونا چاہیے کہ جس نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی یا فعلی حدیث جو کہ اصول حدیث کی شروط پر ہو کا انکار کیا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، وہ یھودو نصاری اور یا پھر اللہ تعالی کفار میں سے جن کے ساتھ چاہے اٹھایا جائے گا۔اھ۔

یہ لوگ جو صرف قرآن مجید پر ہی اکتفا کرتے اور اپنے آپ کو اہل قرآن کا نام دیتے ہیں ان کا یہ مذھب کوئی نیا نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ایک احادیث میں ان سے بچنے کا کہا ہے ان احادیث کا ذکر آگے چل کر شیخ الاسلام ابن تیمیۃ کی کلام میں ہوگا ( ان شاءاللہ )۔

اس مذھب کے باطل ہونے کی سب سے واضح اور بین دلائل جو کہ اس کے قائلین بھی نہیں جانتے ! ! !

تو پھر یہ لوگ نماز کیسے پڑھتے ہیں؟

اور دن رات میں کتنی نمازیں پڑھتے ہیں؟

اور کن کن حالتوں میں زکاۃ واجب ہوتی اور اس کا نصاب کیا ہے؟

اور اس میں سے زکا نکالنے کی مقدار کیا ہے؟

اور یہ لوگ حج اور عمرہ کیسے کرتے ہیں؟

کعبہ کا طواف کتنی بار کیا جاتا ہے؟

اور صفا مروہ کے درمیان کتنے چکر لگاتے ہیں؟۔۔۔

اور اس کے علاوہ بہت سے ایسے احکام ہیں جن کو قرآن مجید اجمالا بیان کرتا ہے اس کی تفصیل بیان نہیں کرتا ، جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بیان فرمایا ہے۔

تو کیا یہ لوگ ان احکامات پر عمل کرنا چھوڑ دیں کہ یہ قرآن مجید میں نہیں ہیں؟۔

تو اگر ان کا جواب ہاں میں ہوا تو انہوں نے اپنے اوپر خود ہی کفر کا حکم لگالیا، کیونکہ انہوں اس چیز کا انکار کیا ہے جس پر مسلمانوں کا اجماع قطعی ہے اور وہ چیز دین کی ایک ضروری چیز ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالی اطاعت واتباع رسول والی آیات کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں:

تو یہ نصوص اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب کرتی ہیں اگرچہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ بعینہ کتاب اللہ میں بالنص نہ ہو، اور اسی طرح یا آیات کتاب اللہ کی اتباع کو بھی واجب کرتی ہیں۔

اگرچہ کتاب اللہ کی نصوص کا احادیث میں ذکر نہ بھی ہو بلکہ صرف کتاب اللہ میں ہی پایا جائے ، تو ہم

پر ضروری اور واجب ہے کہ ہم کتاب اللہ کی بھی اتباع کریں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اتباع واطاعت واجب اور ضروری ہے۔

تو ان دونوں میں سے ایک کی اتباع ہی دوسرے کی بھی اتباع ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ کی تبلیغ فرمائی اور کتاب اللہ نے ہی اطاعت رسول کا حکم دیا ہے، تو کتاب اللہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی مختلف نہیں ہوسکتے جس طرح کہ کتاب اللہ کی آیات میں بھی اختلاف نہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اور اگر (یہ کتاب) اللہ تعالی کے علاوہ کسی غیر کی طرف سے ہوتی تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ساری ایسی احادیث وارد ہیں جن میں اتباع کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے وجوب کا بیان ہے:

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ( میں تم میں سے کسی ایک کو اپنی مسند پر ٹیک لگائے ہوئے نہ پاں کہ اس کے پاس کوئی ایسا معاملہ جس کا میں نے حکم دیا یا جس سے روکا ہو وہ اس کے پاس آئے تو وہ یہ کہے کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے اس میں جو چیز حلال کی گ ٴ ہم اسے حلال اور جو چیز حرام کی گئی ہے اسے ہم حرام کرتے ہیں، خبردار آگاہ رہو مجھے کتاب اللہ اور اس کیساتھ اس طرح کی ایک اور چیز دی گ ٴ ہے، آگاہ رہو وہ قرآن کی مثل یا بڑھ کر ہے )۔

یہ حدیث کتب سنن میں کئی ایک طریق کے ساتھ ابوثعلبہ اور ابورافع اور ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہم وغیرہ سے مروی ہے۔

اور صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج الوداع کے موقع پر فرمایا: ( میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں جسے اگر تم مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے وہ اللہ تعالی کی کتاب ہے )۔

اور حاکم کی روایت میں ( کتاب اللہ وسنتی ) وہ کتاب اللہ اور میری سنت ہے، کے الفاظ وارد ہیں۔ اسے علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے صحیح الجامع حدیث نمبر (۲۹۳۷) میں صحیح کہا ہے۔

صحیح مسلم میں عبداللہ بن ابوعوفی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انہیں کسی نے کہا کہ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا نہیں، تو انہیں کہا گیا کہ تو لوگوں پر وصیت فرض کردی گئی؟ وہ کہنے لگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ کی وصیت کی ( کہ اس پر عمل کیا جائے )۔

صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۶۳۴)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قرآن کریم کی تفسیر ہے جیسا کہ نماز کی تعداد اس میں سری اور جھری قرات کرنے کی تفسیر بیان ہوئی ہے اور اسی طرح زکاۃ کے فرائض اور اس کے نصاب کی بھی تفسیر اور مناسک حج اور بیت اللہ کے طواف کی مقدار اور صفا مروہ کی سعی اور رمی جمار وغیرہ کا بیان حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی ہے۔

تو جب یہ سنت ثابت ہے تو مسلمان اس پر متفق ہیں کہ سنت نبویہ کی اتباع واجب ہے، اور بعض اوقات یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ کچھ احادیث ظاہری قرآن کریم کے خلاف ہیں یا پھر قرآن کریم پر زیادہ ہیں جیسا کہ چوری کا نصاب اور شادی شدہ زانی کی سزا رجم والی احادیث تو یہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں تو صحابہ کرام اور تابعین عظام اور سب مسلمان فرقوں کے ہاں ان پر بھی عمل کرنا واجب ہے۔ دیکھیں مجموع الفتاوی (۱۹/۸۴_۸۶) عبارت میں کچھ کمی بیشی کی گ ءہے۔

تو جس طرح قرآن کریم حق ہے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی حق اور سچ ہے۔

دوم:

تو آپ کے لائق نہیں کہ آپ اپنے خاندان والوں سے بائیکاٹ کریں بلکہ آپ ان کیساتھ اچھا معاملہ اور حسن سلوک سے پیش آئیں اور یہ کوشش کریں اور دعوت دیں کہ وہ سنت نبویہ کی اتباع کریں اور اس پر راضی ہوں۔

اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے:

اپنے رب کے راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیں اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کریں یقیناً آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے، اور راہ یافتہ لوگوں سے پورا پورا واقف ہے( النحل: ۱۲۵)

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگزاری کر و تمہیں میری

طرف ہی لوٹ کر آنا ہے، اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو اس میں ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف رجوع کرنے والا ہو پھر تم سب کا لوٹنا تو میری طرف ہی ہے تم جو کچھ کرتے ہو اس سے میں تمہیں خبردار کرونگا (لقمان:۱۴۔۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم

# اختتامیہ

خلاصہ کلام یہ کہ ہجرت مدینہ سے دوسری صدی کے اختتام تک کوئی زمانہ ایسا نہیں ملتا جس میں حدیثیں بہت بڑے پیمانے پر نہ لکھی جاتی رہی ہوں، ساڑھے دس ہزار سے زیادہ حدیثیں تو صرف دو صحابۂ کرام عبداللہ بن عمرو بن العاص اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما ہی نے قلمبند فرمائی تھیں۔ جن کی تفصیل عہد رسالت اور عہد صحابہ کے بیان میں آ چکی ہے۔ دوسرے صحابہ کرام کے تحریری کارناموں کا خلاصہ بھی پیچھے آ چکا ہے............... میں نے حتی الامکان اختصار سے کام لیا ہے، اور تابعین و تبع تابعین کی گراں قدر تالیفی خدمات کی طرف تو صرف اشارے ہی کیے جا سکے ہیں، تاہم عہد رسالت، عہد صحابہ اور دوسری صدی میں کتابت و تدوین حدیث کے متعلق جتنے شواہد اس مقالے میں آ گئے ہیں، وہی دشمنان اسلام کے اس دعوے کی قلعی کھولنے کے لیے کافی ہیں کہ حدیثیں صرف تیسری صدی میں اس وقت لکھی گئیں جب مسند احمد اور صحاح ستہ وغیرہ تالیف ہوئیں اور اس سے پہلے کے دو سال احادیث پر اس طرح گزرے کہ وہ لکھی ہوئی محفوظ نہ تھیں۔

اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی ہر قسم کے ظاہری و باطنی فتنوں سے حفاظت فرمائے اور جب محدثین کرام رحمہم اللہ نے اپنی پوری زندگیاں وقف کر کے روکھی سوکھی کھا کر اور پر مشقت سفروں کی صعوبتیں جھیل کر، احادیث نبویہ کو جمع کیا اور ہم تک پہنچایا، ان کے درجات جنت الفردوس میں بلند سے بلند تر فرمائے اور ہم سب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر جینے اور مرنے کی سعادت سے سرفراز فرمائے۔ آمین!!

# مراجع ومصادر


| مصنف | نام کتاب |
|---|---|
| | القرآن الکریم |
| احمد حسن الزیات | تاریخ الادب العربی |
| مولانا سید مناظر احسن گیلانی | تدوین حدیث |
| امام محمد بن عیسیٰ الترمذی | جامع الترمذی |
| امام ابوداؤد السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ | سنن ابی داؤد |
| امام احمد بن شعیب النسائی المتوفی ۳۰۳ھ | سنن النسائی |
| علامہ عبدالملک بن ہشام المتوفی ۲۱۸ھ | السیرۃ النبویۃ |
| حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی | سیرۃ المصطفیٰ |
| امام محمد بن اسماعیل المتوفی ۲۵۶ھ | صحیح البخاری |
| امام مسلم بن الحجاج القشیری ۲۶۱ھ | صحیح مسلم |
| امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ | مسند احمد |
| مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ | مقام صحابہ رضی اللہ عنہم |
| ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب | مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ |
| پروفیسر اشفاق ظفر لودھی | مقام حدیث |
| مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی | کتابت حدیث عہد رسالت وعہد صحابہ میں |

# اجمالی تعارف

نام : سید آصف عمری

ولدیت : عبدالباسط صاحب مرحوم

پیدائش : 10-8-1972 (حیدرآباد)

ابتدائی تعلیم: بذریعہ اردو میڈیم خلق میموریل ہائی اسکول، مصری گنج اول تا ساتویں جماعت

1987ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول لاڈبازار سے دسویں جماعت (S.S.C)

دینی تعلیم : جامعہ دارالسلام عمرآباد سے 1992ء میں درجہ فضیلت سے سند فراغت حاصل کی،

مدراس یونیورسٹی سے 1994ء میں ڈگری افضل العلماء ایوارڈ حاصل کیا۔

عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے B.A(L) 1996ء جوہر میڈیکل کالج سے

B.E.M.S مکمل۔

خدمات ومصروفیات: 1992ء سے 1996ء تک مسجد مریم جہاں نما میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے چکا ہوں۔

فی الحال مسجد سمیہ گلشن باغ حیدرآباد میں پابندی سے فریضۂ خطابت انجام دے رہا ہوں الحمدللہ۔

جمعیت اہلحدیث حیدرآباد وسکندرآباد کی سابق میں بحیثیت نائب امیر خدمت انجام دے چکا ہوں۔

بحیثیت ناظم جامعہ سمیہ کوٹلہ عالیجاہ میں دس سال خدمت انجام دے چکا ہوں۔

درس وتدریس کے پیشے سے بھی وابستہ رہا ہوں۔

ہفتہ واری اجتماعات ودروس کے ذریعہ نوجوانوں وطلباء کی ذہن سازی کررہا ہوں۔

2010ء میں ملٹی پرپز ایجوکیشن اینڈ ویلفر سوسائٹی قائم کیا جس کے تحت مختلف امور انجام پاتے ہیں۔

تصانیف ومضامین:

۱۔ اسلامی عقیدہ احکام ومسائل ۲۔ نبوت سے ہجرت تک دعوت اسلامی کے مراحل

۳۔ پریشانیوں کا علاج ۴۔ عقائد، اعمال، اخلاق معاشرت کی اصلاح پر 500 سے زائد مقالات

جامعہ منصورہ مغل پورہ حیدرآباد۔

(۱) تین سالہ فاصلاتی عالم کورس (۲) ہفتہ واری پروگرام (۳) اسلامی تحریری انعامی مقابلہ

(۴) ڈپلومہ عالم کورس (۵) قرآن فہمی کورس (۶) حجامہ طبی سنٹر

روزنامہ اخبارات منصف، اعتماد، وسیاست میں اصلاحی موضوعات پر مضامین اور رپورٹ شائع ہوتی رہتی ہے۔

مقاصد: کتاب وسنت کی اتباع، سلف صالحین کا منہج، ائمہ کرام ومحدثین عظام کا طرز اجتہاد، خالص اسلام کی دعوت، اتحاد امت۔ گروہ بندیوں اور مسلکوں سے اونچا اٹھ کر کلمۂ طیبہ کی بنیاد پر اتحاد واتفاق کی دعوت دینا اور امت مسلمہ کو جوڑنا، ملی مسائل میں تمام تنظیموں اور جماعتوں کے باہمی اتفاق سے معاشرتی وسماجی جرائم اور برائیوں کا خاتمہ کرنا۔

ایمان باللہ، اطاعت رسول اور فکر آخرت کے ذریعہ فرد ومعاشرہ کی اصلاح کرنا۔

ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ۔

پتہ: Near Masjid Sumayya Kishan bagh Hyd

رابطہ: 9885650216 8801226835

# MPEC

جامعہ منصورہ
JAMIA MANSOORA

الحجامہ طبی سنٹر
HIJAMA (COPPING)
THERAPY CENTRE

HEALTH COACHING CENTRE
OF B.E.M.S.

AL- MAROOF المعروف
MARRIAGE
BUREAU میریج بیورو

MPEC

**MULTI PURPOSE**
**EDUCATION CENTRE**
**(Regd.)**



PUBLISHED BY:
**MULTI PURPOSE EDUCATION CENTRE**
Opp. Golden Mansion Hall,
Near Asra Hospital,
Moghalpura, Hyderabad.
Timings : 11am to 5 pm (FRIDAY CLOSED)
Call For Information 040-24500216/8801226835